ISSN 2320-8600

اکتوبر-نومبر-دسمبر 2024ء

سہ ماہی مجلہ

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)
DARUL ULOOM MOJIBIA KHANQUAH

Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA) Mob.: +91-9572860252, 7717792508

دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار اور ہندوستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات چار صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دارالعلوم اپنے سن قیام ۱۱۲۵ھ سے لے کر آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے اور الحمدللہ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے — اور قرآن کریم کے حفظ و قرأت کی تعلیم معیاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کے لئے اردو، ناظرۂ قرآن اور عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلبہ کے لئے قیام و طعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم مجیبیہ کی طرف سے مفت کیا جاتا ہے۔

اسلئے اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں۔ مالی امداد پہنچا کر عنداللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درس گاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

چیک یا ڈرافٹ پر صرف "DARUL ULOOM MOJIBIA" لکھیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہو العزیز المجیب ولی النعم

اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

المُجیب

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی وادبی مجلہ

ماہ : جمادی الاولیٰ — رجب المرجب ۱۴۴۶ھ

ماہ : اکتوبر — دسمبر ۲۰۲۴ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ۶۴ ✦ شمارہ نمبر ۴

زرتعاون

فی شمارہ	:	-/60روپے
سالانہ	:	-/240 روپے
سادہ ڈاک	:	-/300 روپے
رجسٹری ڈاک	:	-/450 روپے
بیرونی ممالک	:	-/25$امریکی ڈالر

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

محمد فصیح الدین عاصم قادری زینبی

سرکولیشن منیجر : سید صہیب رضوی

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

منیجر

رابطہ : 9835654330 -91+

"المجیب" دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, Website : http://khanquahmujeebia.org

Cell No. : +91-7250433562, 7903953313

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

فہرست مضامین

• **لمعات**	ظفر حسنین	۳

مضامین و مقالات

• تصوف اور صوفیہ کے خلاف اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۳)	حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری ؒ	۵
• تحقیق رویت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در خواب	مولانا سید عبید اللہ قادری ؒ مجھری	۱۳
• اسلام کی اشاعت میں صوفیہ کا کردار	وارث ریاضی	۲۲
• نعتیہ شاعری میں اکابر خانوادۂ قادریہ بدایوں کا امتیاز	ڈاکٹر ارشاد عالم نعمانی	۳۴
• مولانا سید عبد الرؤف ندوی کے خود نوشت حالات	مولانا طلحہ نعمت ندوی	۴۷
• اردو شعر و شاعری میں مسئلۂ فلسطین کی صدائے بازگشت	سید محمد نیر رضوی	۶۰

احکام اسلامی

• استفتاء و جواب	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	۶۹
• تجاویز فقہی سمینار	اسلامی فقہ اکیڈمی ہند دہلی	۷۵

ادبیات

• قند پارسی	حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقب قادری ؒ	۸۰
• نعت شریف (ترجمۂ منظوم)	مولانا سید محمد فصیح الدین عاصم	۸۱
• نعت شریف	جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۸۳
• نعت شریف	امان خاں دلؔ	۸۴
• غزل	وارث ریاضی	۸۵
• **کوائف و حالات**	ادارہ	۸۶

لمعات

• ظفر حسنین

اسلامی قانون میں وقف کا نظام خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ جس سے مختلف قسم کے کام انجام دیئے جاتے ہیں۔ وقف کی چیزیں عارضی نہیں ہوتیں، ان میں دوام ہوتا ہے۔ مساجد، مدارس، خانقاہوں، مسافر خانوں اور رفاہی کاموں کے لئے زمین و جائیداد وقف کی جاتی ہیں۔ وقف کرنے والے حضرات حصول ثواب کی نیت سے وقف کرتے ہیں، ہمارے اسلاف اور بزرگوں نے اسی مقصد سے اپنی قیمتی زمینیں وقف کی ہیں تاکہ ان کی وفات کے بعد بھی اس کا ثواب ان کو ملتا رہے۔

امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ ان اوقاف کی حفاظت کرے اور واقف نے جس مقصد کے لئے ان کو وقف کیا ہے اسی مقصد میں ان کو استعمال کیا جائے۔ اوقاف سے غریبوں، فقیروں، محتاجوں، بیوہ وبیکس خواتین کو روزی مہیا ہوتی ہے۔ مساجد میں نمازیں پڑھی جاتی ہیں، مدارس میں اسلامی علوم کے ساتھ عصری علوم کی بھی تعلیم ہوتی ہے، اس سے قوم کی ناخواندگی کو دور کیا جاتا ہے۔ امت مسلمہ کو تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

وقف کا ثبوت عمومی اعتبار سے قرآن کریم سے بھی ملتا ہے۔ احادیث میں اس کی وضاحت ملتی ہے۔ اس کو بعض حدیث میں صدقہ جاریہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا تعمیر فرمائی وہ اسلام میں پہلا وقف تھا۔ اس کے بعد زمین خرید کر مسجد نبوی تعمیر فرمائی، یہ دوسرا وقف تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وقف کرنے کے سلسلے میں ہدایات دیں جن کی روشنی میں انہوں نے اپنی خیبر کی زمین کو وقف کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ حضرت ابوطلحہؓ، حضرت جابرؓ اور دوسرے صحابہ کرام نے اپنی جائیداد وزمین مسلمانوں کے لئے وقف کیں۔ وقف کرنے کا ایک طویل سلسلہ ہے جو عہد نبوی سے چل رہا ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا۔

دیگر ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی مسلم سلاطین نے اور خود مسلم عوام نے بھی حصول ثواب کے لئے بکثرت وقف کئے ہیں۔ جو مسلم عوام کے لئے نہایت قیمتی اور منفعت بخش ہیں۔ برطانوی دور کے دستور میں ۱۹۲۳ء سے مسلم اوقاف کے لئے ''مسلم ایکٹ'' کے نام سے ایک ایکٹ موجود تھا۔ آزادی کے بعد باضابطہ وقف ایکٹ ۱۹۵۴ء منظور ہوا لیکن اس میں خامیاں تھیں، مسلم تنظیموں کی طرف سے اس کی اصلاح کا مطالبہ ہوتا رہا۔ بالآخر ۱۹۹۵ء میں پارلیامنٹ سے مکمل وقف ایکٹ منظور ہوا۔ جو ''قانون اوقاف ۱۹۹۵ء'' کے نام سے مشہور ہوا۔

موجودہ حکومت اپنی مسلم دشمنی میں وقف کے اس نظام کو تباہ کرنا چاہتی ہے۔فرقہ پرستوں کی نظریں عرصہ سے اوقاف کی جائیداد پر گڑی ہیں مگر وقف قانون کی وجہ سے انہیں اس کو ہڑپنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔حکومت نے اسی مقصد سے نظام اوقاف میں اصلاح کرنے کے بہانہ سے پارلیامنٹ میں ۸/ اگست ۲۰۲۴ء کو نیا بل پیش کیا ہے۔جس کو وقف ترمیمی بل ۲۰۲۴ء کا نام دیا گیا ہے۔لیکن اپوزیشن پارٹیوں نے اس پر شدید احتجاج کیا۔اس لئے یہ بل جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کے حوالہ کیا گیا ہے۔اس کمیٹی میں ۳۱/افراد ہیں جن میں مختلف پارٹیوں سے لوک سبھا کے ۲۱/ اور راجیہ سبھا کے ۱۰/ارکان منتخب کئے گئے ہیں۔اس کمیٹی کے ذمہ یہ کیا گیا کہ اوقاف سے متعلق لوگوں سے اس بل کے بارے میں رائے لے۔اس کمیٹی کے صدر بی جے پی کے ایک ایم پی ہیں۔

مگر افسوس کا مقام یہ ہے کہ کمیٹی کے صدر حکومت کے نظریہ کے مطابق کام کر رہے ہیں۔خود کمیٹی کے اندر اختلاف ہو گیا ہے۔اپوزیشن کے ارکان صدر کمیٹی کے کاموں سے مطمئن نہیں ہیں۔صدر کمیٹی زیادہ تر ایسے لوگوں سے رائے لے رہے ہیں جن کا اوقاف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔مسلم تنظیموں کو وقت نہیں مل رہا ہے یا ان کی باتیں ٹھیک سے نہیں سنی جا رہی ہیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، جمعیۃ علماء ہند (جو شروع سے اوقاف کی حفاظت کے سلسلے میں اپنی خدمات انجام دیتی رہی ہے) و دیگر مسلم تنظیمیں اس بل کے خلاف میدان میں ہیں، بڑے بڑے اجلاس ہو رہے ہیں جس میں ہزاروں ہزار مسلم عوام جمع ہو کر اس بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔مگر حکومت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی ہے۔اب وزیر داخلہ نے ایک الیکشن کے جلسہ میں اعلان کیا کہ لوگ جلسے کرتے رہیں اور ریلی نکالتے رہیں یہ بل تو پاس ہو کر رہے گا۔کل وزیر اعظم ہند نے کہا ہے کہ وقف کا دستور میں کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔یعنی حکومت بضد ہے کہ اس بل کو پاس کرا کر ہی دم لے گی۔

یہ بل اوقاف کو غیر محفوظ بنانے اور غیروں کے ہاتھ میں دینے کی منصوبہ بند سازش ہے۔اس کی شقیں اسلامی نظام اوقاف کے خلاف ہیں۔مسلمانوں کی وقف کی جائیدادوں کا اختیار کلکٹر کو دیا جا رہا ہے۔وہ جب چاہے گا وقف کی زمین کو سرکاری جائیداد قرار دیدے گا۔پہلے کا دستور یہ ہے کہ وقف کی جائیداد کا وقف بورڈ میں اندراج ہونا کافی ہے، مگر اب اس کو لازم کیا جا رہا ہے کہ وقف کی ہر جائیداد کے لئے وقف نامہ ہونا ضروری ہے ورنہ وہ وقف کی جائیداد نہیں مانی جائے گی۔مسلم بادشاہوں یا نوابوں نے جو وقف کیا ہے یا آج سے دو سو، چار سو سال یا اس سے زیادہ پہلے کے اوقاف ہیں ان کے وقف نامے اس وقت کہاں سے ملیں گے۔قدیم مساجد جن کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ یہ وقف ہیں اب ان کے کاغذات کہاں سے ملیں گے کہ حکومت مطالبہ کرے تو دکھایا جائے۔یہی حال قدیم خانقاہوں اور درگاہوں کا بھی ہے۔

اس لئے یہ بل مسلمانوں کے اوقاف کو برباد کرنے اور اس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکال کر غیروں کے قبضہ وقدرت میں دینے کی ایک منظم سازش ہے۔اس لئے ہندوستان کے تمام مسلمانوں کو چاہے وہ کسی مسلک ومشرب سے تعلق رکھتے ہوں، کسی مسجد، مدرسہ، خانقاہ، درگاہ، امام باڑہ والے ہوں سب کو اتحاد واتفاق سے مسلم پرسنل لاء بورڈ اور جمعیۃ علماء ہند کی ہدایات کی روشنی میں حکومت کے خلاف احتجاج کی آواز بلند کرنی چاہئے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

(۳)

تصوف اور صوفیہ کے خلاف
اعتراضات کا علمی جائزہ

● حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری رحمہ اللہ

اعظمی صاحب غور کریں، وہ مسلمانوں کو قرآن سے دور کر رہے ہیں یا نزدیک؟ صوفیہ اپنی طبیعت اور مزاج اور اپنے مسلک ومشرب کے مطابق آیات ذکر کو ترجیح دیتے رہے ہیں یا اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے رہے ہیں؟ چند آیات ملاحظہ کیجئے، ہم کو معلوم ہے کہ ان آیات سے اعظمی صاحب اور ان کے ہم مذہب اچھی طرح واقف ہیں لیکن صوفیوں پر سب وشتم اور ان کی دل آزاری، منکرین تصوف کی سرشت میں شامل ہے، اس لئے وہ مکر وفریب اور مغالطہ انگیزی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر سکتے۔

(۱) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۞ ـــ (المزمل)

ترجمہ : اپنے رب کا نام ذکر کرو اور اس کی طرف پورے طور پر یکسو ہو جاؤ۔

(۲) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۞ ـــ (الاعراف)

ترجمہ : اپنے رب کا ذکر کرو اپنے دل میں اس طرح کہ (اس میں) تضرع ہو اور خوف ہو اور زبان سے نہ ہو، صبح اور شام (ذکر) کرو اور غافل نہ رہو (ذکر سے)۔

(۳) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ـــ (النصر)

ترجمہ : تو تسبیح کیجئے اپنے رب کے حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت چاہئے۔

(۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۞ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۞ ـــ (الاحزاب)

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ کا بہت ذکر کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔

(۵) فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۔۔۔(النساء: ۱۰۳)

ترجمہ: تو جب تم نماز پوری کرلو تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے۔

(۶) فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۔۔۔(النساء: ۲۰۰)

ترجمہ: تو جب تم اپنے مناسک (حج) پورے کرلو تو اللہ کو یاد کرو اپنے آباء کو یاد کرنے کی طرح یا اس سے زیادہ (یاد کرو)۔

(۷) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝۹ ۔۔۔(المنافقون)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد (کہیں) تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جس نے ایسا کیا (ذکر الہی سے غفلت کی) تو وہی لوگ خسارے میں ہیں۔

(۸) رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ ۔۔۔(النور: ۳۷)

ترجمہ: یہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت، اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔

(۹) فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۱۰ ۔۔۔(الجمعة)

ترجمہ: تو جب نماز پوری ہوجائے تو پھیل جاؤ زمین پر اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو اور اللہ کا بہت ذکر کرو۔

(۱۰) اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۴۵ ۔۔۔(الانفال)

ترجمہ: جب تم کو (دشمن کی) کسی فوج سے مقابلہ کرنا پڑے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

(۱۱) فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝۲۲ ۔۔۔(الزمر)

ترجمہ: پس ہلاکت ہے ان سخت دلوں کے لئے جو ذکر خدا سے متاثر نہیں ہوتے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

اعظمی صاحب ان آیات ذکر کے مقابلے میں تفکر تخلیق ارض وسماء سے متعلق کوئی آیت پیش کرسکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی کسی آیت میں تخلیق ارض وسماء میں غور وفکر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، اور نہ امت مسلمہ کو کوئی واضح حکم ہے۔ تفکر سے متعلق قرآن نے کوئی حکم دیا ہے تو اعظمی صاحب وہ آیت ضرور پیش کریں، مگر میرا دعوی ہے کہ اعظمی صاحب اور ان کے ہم مذہب، ایسی کوئی آیت نہیں لاسکتے وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۝۸۸ ۔۔۔(الاسراء)

مذکورہ آیات مبارکہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ امت مسلمہ ذکر الہی کی مکلف ہے، اور کائنات میں غور وفکر کرنا خاص افراد کا

کام ہے، اس لئے قرآن نے اولوالالباب کی قید لگائی ہے لیکن ذکر وتسبیح تہلیل وتحمید عوام وخواص سب کے لئے ہے، تفکر عارضی عمل ہے، اور ذکر دائمی عبادت ہے، تفکر سے غفلت، خسران وملال نہیں ہے، ذکر سے غفلت خسران وضلال ہے، دیکھئے آیات مذکورہ میں ۷ اور ۱۱ نمبر کی آیت۔

یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ صوفیہ ان ہی آیات سے دلچسپی رکھتے ہیں جو ان کی طبیعت اور مزاج کے مطابق ہوتی ہے، تو بھی صحیح ہے، ذکر الٰہی ان کی طبیعت اور مزاج ومذاق کے مطابق ہے، کیونکہ من احب شیأا کثر ذکرہ (جس سے محبت ہوتی ہے آدمی اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے) کے مطابق، ذکر کی کثرت، محبت الٰہی کا تقاضا ہے، جو لوگ اللہ تعالی سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ اس کے لئے سب کچھ چھوڑنے کو تیار رہتے ہیں، وہ اس کو صبح وشام، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، ہر حال میں اور ہر وقت یاد کرتے رہتے ہیں عشق الٰہی کا یہ فلسفہ دنیا سے محبت کرنے والوں کی سمجھ میں نہیں آسکتا ؂

ذوق ایں مئے نشناسی بخدا تانہ چشی

اقبال نے انہی لوگوں کے لئے کہا ہے ؂

واعظ! کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبی بھی چھوڑ دے

صوفیہ پر سب وشتم سے طبیعت سیر نہیں ہوئی یا الزام کامیاب نہ ہوا تو اعظمی صاحب مزید غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہیں، ان کی طفلانہ خامہ فرسائی ملاحظہ کیجئے:

''قارئین ان آیات کو بار بار پڑھیں اور سوچیں کہ صوفیہ نے ان آیات اور اس مفہوم کی دوسری آیتوں سے تعرض کیوں نہیں کیا، انہوں نے ذکر کو کیوں لیا تخلیق ارض وسماء میں غور وفکر کی قرآنی دعوت کیوں چھوڑ دی؟ کیا یہ کسی سچے مومن کا شیوہ ہوسکتا ہے، کیا قرآن کی آیات میں تفریق جائز ہے؟''

اعظمی صاحب اپنے مسلک ومذہب کی صحیح ترجمانی نہیں کر سکے، اس قسم کی مہمل اور بے تکی باتیں لکھنے سے بہتر تھا کہ وہ کچھ نہ لکھتے، ایک شخص اگر حدیث میں تخصص (پی ایچ ڈی) کئے ہوئے ہے تو اس کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تم نے تفسیر میں تخصص نہ کر کے کتاب وسنت میں تفریق کی۔ تفریق مقصدیت سے انکار میں لازم آتی ہے، ذکر وفکر دونوں کا مقصد تعلق مع اللہ کی ہمہ وقتی کیفیت پیدا کرنا ہے، یہاں تفریق کی بات ہی سرے سے غلط ہے، تفریق تب ہوتی جب تفکر کی افادیت سے انکار کیا جاتا اور تفکر بطور عبادت بندوں پر لازم ہوتا، جن لوگوں کا قرآن نے ذکر کیا ہے، ان کے تفکر تخلیق ارض وسماء کا وہی نتیجہ نکلتا ہے جو صوفیہ کا معمول ہے، بعد کی آیات اس کی گواہ ہیں، قرآن کے اعتبار سے ذکر وفکر کا مقصد اور نتیجہ ایک ہی ہے جس کا ہم ذکر کر چکے، لیکن شاید اعظمی صاحب، صوفیائے کرام کو ماہرین ارضیات وفلکیات کے روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ جنید و بایزید شبلی

وعطار اور ان جیسے صوفیاء دل سوختہ بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے کے بجائے کسی رصد گاہ میں یا کسی بیت الحکمت میں بڑی بڑی دوربینیں لگائے بیٹھے ہوتے، نظام شمسی میں تغیر وتبدل پر غور وفکر کرتے، ستاروں کی چال پر نظر رکھتے، ستاروں سے آگے جہان دیگر دریافت کرتے، تحت الثری میں اتر کر کوئی نئی ٹیکنالوجی دریافت کرتے، سریؒ، تستریؒ، محاسبیؒ اور قشیریؒ افلاک وارضیات میں الجھے رہتے تو یقیناً اعظمی صاحب اور ان کی جماعت کی دراز دستیوں سے ضرور بچ جاتے۔ اعظمی صاحب کے اس مفروضہ تفریق کو اگر تسلیم کرلیا جائے تو وہ خود تفریق کے مجرم ٹھہرتے ہیں اور ان کی مذکورہ عبارت کی ترتیب یوں ہوسکتی ہے:

قارئین ان آیات کو بار بار پڑھیں اور سوچیں کہ منکرین تصوف نے ذکر الٰہی سے متعلق بے شمار آیتوں سے تعرض کیوں نہیں کیا، تفکر تخلیق ارض وسماء کو لے لیا اور ذکر اور دوام ذکر سے متعلق کثیر آیات کو کیوں چھوڑ دیا؟ کیا یہ کسی سچے مومن کا شیوہ ہے کہ وہ نیوٹن اور آئن اسٹائن بننے کی تو کوشش کرے مگر ذکر الٰہی چھوڑ دے اور کثرت ذکر الٰہی کو غلط سمجھے، کیا قرآن میں اس قسم کی تفریق جائز ہے؟''

اب صوفیوں کے تفکر کائنات کا جائزہ لیا جائے، کیا واقعی صوفیوں نے کائنات کی تخلیق میں غور وفکر نہیں کیا؟ اولاً تو یہ عرض ہے کہ ذکر بغیر فکر کے ممکن ہی نہیں ہے، ذکر کا تعلق زبان سے اور فکر کا تعلق دماغ سے ہے لیکن صوفیہ کے یہاں قرآن کے مطابق ذکر کا تعلق صرف زبان سے ہی نہیں دل سے بھی ہے، ان کی فکر میں اللہ، ان کی زبان پر اللہ، ان کے دل میں اللہ، منکرین تصوف کو صوفیوں کی اسی بات سے اختلاف ہے۔

فکر کا تعلق دماغ سے ہے اور دماغ کا قوت مدرکہ سے۔ قوت مدرکہ ہر شخص کی یکساں نہیں ہوتی، یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ کسی مسئلے میں کئی افراد فکر کریں اور سب کی فکر کا نتیجہ ایک ہو، فکر کی نشو ونما جس ماحول میں ہوگی، اس ماحول کا اثر فکر میں کسی نہ کسی حد تک نمایاں ہوگا، یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ تمام لوگوں کی فکر کا جو نتیجہ نکلے وہ اعظمی صاحب اور ان کی جماعت کے مطابق ہو ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اس اعتبار سے اہل تصوف کا آسمان وزمین کی تخلیق میں فکر کرنا منکرین تصوف کے نزدیک بے فائدہ ہے، کیونکہ اس فکر کے نتیجے سے ان کو اتفاق نہیں ہوگا، قرآن میں چونکہ اولو الالباب یعنی عقلمند اور باشعور لوگوں کی یہ صفت ہے، اس لئے صوفیوں کا کائنات میں غور وفکر سے بے نیاز رہنا ممکن نہیں تھا، انہوں نے کائنات کی تخلیق میں گہرا تفکر کیا، ان کے اسی تفکر اور عمیق مشاہدے کا نتیجہ وحدۃ الوجود کی صورت میں ظاہر ہوا جس کو منکرین تصوف مشرکانہ نظریہ کہتے ہیں، اسی تعمق نظر اور صدق مشاہدہ کے نتیجے میں صوفیہ دنیا اور زخارف دنیاوی سے بے زار ہوئے۔ وہ اگر تفکر سے آنکھیں بند رکھتے تو آرام سے آسائشات دنیوی سے لطف اندوز ہوتے رہتے اور خوارج کے تیر ملامت کا ہدف نہ بنتے مگر وہ بھی کیا کریں، اللہ کی محبت میں بندگان دنیا کی ملامت کا نشانہ بننا ہی پڑتا ہے۔

اگر پرسند سعد از عشق او حاصل چہا داری
ملامتہائے گونا گوں جراحتہائے بے مرہم

اس مسئلے میں بھی اعظمی صاحب کا دعوی باطل اور دلیل بے محل ثابت ہوئی۔

اعظمی صاحب اور ان کے ہم مذہبوں کے دلوں میں مراقبہ اور مشاہدہ تیر نیم کش کی طرح چبھا ہوا ہے، وہ بار بار اس کا رونا روتے ہیں ’’صوفیہ نے ذکر کے پردے میں مراقبہ اور مشاہدہ حق کے نام سے ایک عجمی چیز کو دین اسلام میں داخل کر دیا ہے اور امت کے ایک بڑے حصے نے اس اضافے کو عین اسلام سمجھ لیا‘‘ عجم سے شاید ان کی مراد ایران و ہند ہے، قبل اسلام، ایران میں مجوسیت تھی، ہندوستان میں عربوں کی طرح اصنام پرستی تھی۔ یہ آتش پرست اور اصنام پرست، کس طرح مراقبہ کرتے تھے؟ اور کسی چیز کے مشاہدے کی کوشش کرتے تھے؟ مراقبہ و مشاہدہ کے بارے میں ان کے نظریات و خیالات کیا تھے؟ اعظمی صاحب نے اس کی کوئی ایک مثال نہیں دی وہ تو بڑے ذی علم اور صاحب تحقیق ہیں، تاریخ مجوس اور تاریخ ہنود سے مراقبہ و مشاہدہ کی مثالیں پیش کر سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی معقول اور مسکت دلیل سے عاجز ہو جاتا ہے تو سب وشتم کی راہ اختیار کرتا ہے۔

تصوف و تاریخ کی کتابوں کے مطالعہ سے موصوف کو یقیناً اندازہ ہو گیا ہوگا کہ صوفیہ کے مراقبے کی حقیقت کیا ہے، اور ان کے یہاں مراقبے کا مفہوم کیا ہے؟ لیکن اس کے باوجود اس کو بار بار عجمی چیز کہہ کر وہ ایک جھوٹ کو سچ بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔

مراقبہ اصلاً نگہبانی کا نام ہے، جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ولا تکن من الغافلین، اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو تو لازم ہوا کہ بندہ اپنے قلب کی نگہبانی کرتا رہے کہ اس کا دل یاد الہی سے غافل تو نہیں ہو رہا، غیر اللہ نے اس کے دل میں جگہ تو نہیں بنالی۔ لفظ مراقبہ اپنے لغوی مفہوم کے اعتبار سے معنوی وسعت رکھتا ہے، زندگی کے دیگر امور میں بھی اس کا استعمال جائز ہے، جیسے قرآن کی یہ آیت:

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① —(النساء)

ترجمہ : اللہ تم پر نگہبان ہے کہ تم حقوق کی ادائیگی میں کتنا انصاف کرتے ہو۔

اسی طرح مسلمان کو بالخصوص سالک کو اپنے فکر، خیال، کیفیات اور اعمال میں مراقبے کی ضرورت ہے تاکہ اس کی فکر کا کوئی لمحہ، اس کی کیفیات قلبی کا کوئی وقفہ، اس کے اعمال صالحہ میں کوئی عمل نفس وشیطان کے زیر اثر نہ آجائے اور ذکر الہی سے غفلت نہ ہو جائے۔ مشرکین عجم اس نکتے سے واقف ہی نہیں تھے، اگر وہ اپنا دھیان اللہ کی طرف درست کرنے کے لئے مراقبہ کرتے بھی ہوں تو وہ لاحاصل تھا کیونکہ اللہ کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کر لینے کے بعد توحید کا کوئی تصور ہی باقی نہیں رہتا۔

یہی دل کی نگہبانی اور احتساب، صوفیہ کا مراقبہ ہے، قلب کی نگرانی اور پاسداری کی طرف قرآن متنبہ فرماتا ہے، سورہ

منافقون میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝۹ ــــ(المنافقون)

ترجمہ : اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد کہیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں، تو جس نے ایسا کیا (ذکر سے غفلت کی) تو وہی لوگ خسارے میں پڑنے والے ہیں۔

یعنی ہوشیار رہو اور اپنے قلب اور قلب کی کیفیات کی نگرانی کرتے رہو، لباس وجسم کو ظاہری آلائشوں سے بچانے کی کوشش ایک فطری اور طبعی عمل ہے، قلب اور باطن کو داخلی آلائشوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش بھی ایک متقی اور ذاکر حق کی طبیعت اور مزاج کا خاصہ ہے، اس کو غیر اسلامی کہنا رموز دین سے بے خبری ہے۔ مراقبے کا مقصد ہی کیفیات ایمانی کی حفاظت اور کثرت ذکر سے پیدا ہونے والی واردات قلبی کو باقی رکھنا ہے۔

مراقبہ دین کی روح ہے، اس سے محبت الٰہی کی ایمانی کیفیات نہ صرف باقی رہیں گی، بلکہ اس میں اضافہ ہوگا، اس کو عجمی چیز اور غیر اسلامی طریقہ وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جو اپنی خواہشات نفس کو بے لگام رکھنا چاہتے ہیں، سورہ منافقون کی آیت مذکورہ میں اسی نکتے کی طرف رہبری کی گئی ہے کہ مال واولاد کی محبت اللہ کی محبت پر غالب آ گئی تو اللہ کے ذکر سے غفلت ہوگی اور ذکر الٰہی سے غفلت، مومن کے لئے خسران و وبال ہے، ذکر سے متعلق جو آیات نقل کی گئی ہیں، پروفیسر صاحب ان پر غور فرمالیں، وہ ذکر نماز، زکوۃ، مناسک حج اور جہاد کے علاوہ ہے۔ کیا اس توفیق ذکر حق اور دولت عشق الٰہی کے لئے نگرانی ونگہبانی ضروری نہیں ہے؟ اعظمی صاحب حقائق کو جتنا بھی چھپائیں حق واضح ہو کر رہتا ہے،

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝۸ ــــ(الصف)

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مشرکین عجم بھی مراقبے کیا کرتے تھے تو اس سے مسلمانوں کے مراقبے پر کیا اثر پڑتا ہے؟ قبل بعثت مشرکین عرب بھی طواف وسعی کیا کرتے تھے، تحویل قبلہ سے پہلے تک مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے نمازیں پڑھیں جو اس وقت مغضوب علیہم یہود کا قبلہ تھا، ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کا روزہ رکھنا اختیار فرمایا جو مدینہ کے یہود کا عمل تھا، مجھے حیرت ہے کہ اعظمی صاحب نے کون سی عینک لگا کر یہ مضمون لکھا ہے؟ ان کے فکر کی کوئی سمت سیدھی نہیں ہے، دوسرے مذاہب کی تمام باتوں کا غلط ہونا عقل کے خلاف ہے، انبیاء کی ننانوے فی صد تعلیمات گم ہو کر چند ایک تعلیم کا ان کی قوم میں باقی رہ جانا عین ممکن ہے، اسلام کا اختلاف دوسرے مذاہب سے، اصولی عقائد کی بنا پر ہے، عملی جزئیات کے چند ایک مسئلے میں یکسانیت پائی جاسکتی ہے، مثلا: بیت اللہ کا احترام، بعض مناسک حج، صوم عاشورہ، تعین قبلہ میں یہود کی موافقت۔ کسی عمل کو صرف اس لئے غلط کہنا کہ اس کی مثالیں مشرکین عجم کے

یہاں بھی پائی جاتی ہیں، مسلکی تعصب اور شدت پسندی ہے، یہود ونصاریٰ اور مشرکین سے اشتراک عمل کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن اعظمی صاحب کی طرح خواہ مخواہ بات کو طول دینا مقصود نہیں۔ اولاً تو مراقبے کی نوعیتوں اور مراقبے کے مقاصد کے سلسلے میں کوئی بھی مثال اعظمی صاحب نہیں دے سکے، ثانیا مراقبات کی ''عجمی'' نوعیت متعین بھی ہو جاتی تو صوفیوں کے مراقبے اور مشرکین کے مراقبے میں وہی فرق ہوگا جو فرق معجزہ اور استدراج میں پایا جاتا ہے، ثالثا دونوں کے مراقبوں میں نیتوں اور مقاصد کے فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، ورنہ صورت ظاہری کی مماثلت پر فیصلہ کرلیا جائے، تو کرگس وشاہین کی طرح مؤمن وکافر میں بھی امتیاز باقی نہیں رہے گا۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

ہاں اعتراض اس وقت ہوگا جب کسی عمل کی صورت وہیئت نصوص شرعیہ سے ثابت ہو اور کوئی مسلمان اس کے خلاف کرے، خدا کی تلاش، خدا تک پہنچنے اور پہنچانے کا جذبہ ہر قوم میں موجود رہا ہے اور ابھی بھی ہے، اس لئے ان کے یہاں ریاضت، ضبط نفس، اور خدا کی طرف دھیان لگانے (توجہ)، یکسو کرنے کے طریقوں میں کوئی طریقہ صوفیہ کے طریقے کے موافق ہو جائے تو اس کے یہ مطلب نہیں ہیں کہ صوفیوں نے ان سے اخذ کیا ہے، یہ تو تلاش حق کے فطری جذبے کی رہنمائی ہے کہ دو مختلف المذہب شخص ایک ہی نتیجے پر پہنچیں۔ اگر ضبط نفس اور توجہ کی یکسوئی کے لئے کوئی طریقہ غیروں سے لے لیا جائے تو اس میں بھی کسی واویلے کی ضرورت نہیں، مسلمانوں نے علوم وفنون میں بہت کچھ غیروں سے لیا ہے، ہر اچھی چیز ضالۃ المومن ہے، تدبیر وعلاج نفس تو مومن ہی کی چیز ہے، مشرکین عرب وعجم اس سے استفادہ کرنا کیا جانیں۔

صوفیہ کے معمولات کو عجمی کا طعنہ دے کر اعظمی صاحب کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ کیا اسلام صرف عربی ہے؟ اگر اسلام صرف عربی ہے تو عربوں نے ہی پہلے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی ہے، خلافت راشدہ کو ختم کر کے ملوکیت (عجمی طریق حکمران) کی داغ بیل ڈالنے والے بھی عربی ہی تھے، کیا اعظمی صاحب کو اسلامی تاریخ بتانے کی ضرورت ہے؟ جن عربوں نے نجد وحجاز سے عجمیوں (ترکوں) کو بے دخل کر کے اپنی حکمرانی قائم کی وہ بھی آج تک ''عجمی ملوکیت'' کے ہی ترجمان ہیں، اعظمی صاحب کے ہم مذہب اور ہم خیال حضرات، اسی ''عجمیت زدہ'' حکومت کے نوازشات وعنایات پر پل رہے ہیں، اس عجمیت کے خلاف اعظمی صاحب اور ان کی جماعت کے لوگ بھی کچھ نہیں بولتے، ایک لفظ نہیں لکھتے، بلکہ ان کے مداح ہیں، اپنے ہم مشربوں کی ''عجمیت'' پر زبان وقلم کیوں خاموش ہیں؟ جب عرب عیش ونشاط میں گم ہو کر اسلام کا بیڑہ غرق کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے عجمیوں (ترکوں) کے ہی ذریعہ اسلام کو قوت وشوکت بخشی، اور اسلام کے یہ عجمی خادم، اسلام کے حق میں عربوں سے ہزار

درجہ بہتر ثابت ہوئے، تاریخ تو موجود ہے مگر عربی اور عجمی دین کی تفریق کرنے والے ”عصبیہ جاہلیہ“ کا شکار ہیں، اسلام عجمی ہے اور نہ فقط عربی، اسلام عالم تکوین کا ازلی مذہب ہے اور اولاد آدم کے لئے ہے، اعظمی صاحب کی ذہنیت پر افسوس ہے۔

رہ گیا مشاہدہ تو یہ کثرت ذکر اور مراقبۂ ذات وصفات کا نتیجہ ہے، مشاہدہ سے اعظمی صاحب نے آنکھوں سے دیکھنا سمجھ لیا، حالانکہ یہ مشاہدہ محسوسات وکیفیات سے عبارت ہے، اس کو قلبی اور فکری مشاہدہ کہہ سکتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قیامت کی ہولناکیوں پر خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو اس کا اثر ایسا ہوتا تھا کہ صحابہ کہتے تھے کہ معلوم ہوتا کہ قیامت نظروں کے سامنے ہے۔ خوشی اور غم کے گذرے ہوئے واقعات کا تصور مدت گذرنے کے بعد بھی آدمی کو مسرور اور مغموم کرتا ہے، اگرچہ کسی انسان نے اللہ کو آنکھوں سے دیکھا نہیں مگر اس کی عظمت ذات اور ہمہ گیری صفات کا تصور کرنے سے دل پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور خشیت کا طاری ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت عامہ کے تصور سے دل میں اس کی محبت کا بڑھ جانا ایک واضح بات ہے جس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں، تعجب ہے کہ یہ بات اعظمی صاحب کی سمجھ میں نہیں آتی، حالانکہ وہ جنید وبایزید شبلی وعطار، رازی وغزالی اور شاہ ولی اللہ سے زیادہ خود کو علم وعقل کا حامل سمجھتے ہیں۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

—(جاری)

ضروری اعلان

مدت خریداری معلوم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کے نام و پتہ کے اوپر جہاں مثلاً 2730/08(Upto Dec.2023) لکھا ہے، اس کا مطلب ہے کہ آپ کا خریداری نمبر 2730/08 ہے اور Upto Dec.2023 کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری دسمبر ۲۰۲۳ء میں ختم ہوگئی ہے، آپ کے ذمہ ۲۰۲۴ء کا زرتعاون باقی ہے۔

براہ کرم پہلی فرصت میں اپنی خریداری فیس ادارہ ”المجیب“ کو ارسال کرکے اپنے ممبرشپ کو جاری رکھیں، رقم بھیجنے کے بعد رسید ضرور حاصل کریں اور رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ لکھیں

—(سرکولیشن منیجر)

QR

WhatsApp, PhonePe & GPay : +91-7250433562

تحقیق رویت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در خواب

● حضرت مولانا محمد عبید اللہ قادری المجہریؒ

تیرہویں صدی ہجری کے اکابر علماء میں ایک اہم نام حضرت مولانا سید عبید اللہ قادری المجہری رحمہ اللہ کا بھی ہے، ان پر ایک مضمون المجیب اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔

زیر نظر فتوی اس استفتاء کا جواب ہے، جو سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے سے متعلق تھا، اس کا جواب حضرت مولانا قاضی سید عبید اللہ قادری المجہریؒ کے قلم سے ہے، موصوف کے حفید سعید پروفیسر ڈاکٹر سید فضل اللہ قادری المجہری صاحب کا ارادہ اس فتوی کو اضافے کے ساتھ کتابی شکل میں شائع کرنے کا ہے۔ سر دست انہوں نے المجیب میں اشاعت کے لیے دیا ہے، ان کے شکریہ کے ساتھ ہم اس تحقیقی فتوی کو قارئین کی نذر کر رہے ہیں ——(ادارہ)

وَلَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

"مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِيْ"(۱) اور "مَنْ رَاٰنِيْ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ"——(۲)

کے یہ معنی لیتا ہے اور اسی پر اعتقاد رکھتا ہے کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو اُس نے عین خدائے برتر کو دیکھا، ایسے عقیدے والے کے لیے شرعاً اور تصوفاً کیا حکم ہے؟ اور ایسا عقیدہ شرعاً و تصوفاً صحیح ہے یا باطل؟ بینوا توجروا خیر الجزاء۔

——(مستفتی: سید عبد المجید غفرلہ ۲۴ر جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

الجواب واللہ تعالی ہو الملهم للصدق والصواب

قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ رَاٰنِيْ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ" تَابَعَهٗ يُوْنُسُ، وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَكَوَّنُنِي ـــ(۳)

عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي ـــ(۴)

ان احادیث مبارکہ کا مقصد ومطلب تمام علمائے امت محدثین کرام وفقہائے عظام از سلف تا خلف یہ بیان فرماتے آرہے ہیں کہ جس خوش نصیب کو بھی دولت دیدار نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) حاصل ہو جائے، اُس کو زیارت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شرف بلاشک وشبہ حاصل ہو گیا، اس رویائے صادقہ میں شک وتردد کی بالکل ہی گنجائش نہیں ہے، نہ شیطان لعین کو اس رویائے حق میں اس حق مبین میں کسی تصرف کا کوئی اختیار ہے۔

حضرت ملا علی قاری صاحب اپنی شرح "شمائل ترمذی" میں ان ہی احادیث مقدسہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى كَمَا حَفِظَ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَالَ الْيَقَظَةِ مِنْ تَمَكُّنِ الشَّيْطَانِ مِنْهُ وَإِيصَالِ الْوَسْوَسَةِ فَكَذٰلِكَ حفظه الله بَعْدَ خُرُوجِهِ مِنْ دَارِ التَّكْلِيفِ فَإِنَّهُ لَا يَقْدِرُ أَنْ يَتَمَثَّلَ بِصُورَتِهِ وأن يتخيل للرائى بِمَا لَيْسَ هُوَ فَرُؤْيَةُ الشَّخْصِ فِي الْمَنَامِ إِيَّاهُ صَلَّى اللهُ عليه وسلم بمنزلة رؤيته فى اليقظة فِي أَنَّهُ رُؤْيَةٌ حَقِيقِيَّةٌ لَا رُؤْيَةُ شَخْصٍ آخر، لأن الشَّيْطَانَ لا يَقْدِرُ أَن يَتَمَثَّلَ بِصُورَتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ويتشكل بها، ولا أن يتشكل بصورته وَيَتَخَيَّلَ إِلَى الرَّائِي أَنَّهَا صُورَتُهُ صلى الله عليه وسلم فلا احتياج لمن رأى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي المنام بأى صورة كانت أن يُعبر هذا ويظنَّ أَنَّهُ شَيْءٌ آخر، وَإِنْ رَآهُ بِغَيْرِ صورته فى حياتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا ذَكَرَ مِيرَكُ ـــ(۲)

"باری تعالی نے جس طرح عالم حیات میں ذات نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کی شیطان سے حفاظت فرمائی، اسی طرح بعد وصال بھی شیطان سے محفوظ رکھا کہ شیطان نہ تو صورت مطہرہ میں آسکتا ہے، نہ زیارت کرنے والے کو دوسری شکل دکھا کر یہ دھوکا دیتا ہے کہ یہ آخرت کی شکل مطبوع ہے تو عالم خواب کی زیارت اسی طرح حقیقی زیارت ہے، جس طرح عالم بیداری میں خوش نصیبوں کو حقیقی زیارت نصیب ہوئی، کیوں کہ شیطان کو یہاں کسی صورت میں بھی دخل اندازی کی مجال نہیں۔ رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شکل میں تو وہ ملعون کہاں آسکتا ہے، اس کی تو یہ مجال بھی نہیں کہ دوسری شکل میں آکر وہ یہ دھوکہ دے سکے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل ہے؛ اس لیے جس فیروز بخت کو یہ دولت مل گئی، اُس کو تعبیر خواب کی کوئی حاجت نہیں رہی، اس کو اس کا وسوسہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ کہیں دوسرے کو نہ دیکھا ہو، گو اس نے جس شکل میں زیارت کی ہو، وہ عالم حیات کی شکل کے مطابق نہ بھی ہو مگر اس کو زیارت نبوی ہی ہوئی ہے، میرک کی یہی تحقیق ہے"

جو بیدار بخت اس دولت سرمدی پر دسترس پالیتا ہے، اس کے دل میں قدرتاً یہ کانٹا کھٹکتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ شیطان نے ہم کو دھوکا دے دیا ہو، کوئی دوسری صورت دکھا دی ہو اور کہہ دیا ہو کہ یہ اسی محبوب کی شکل ملیح ہے، جس کے لیے تمہاری یہ شکل ہوگئی ہے۔ اس شبہ کو خود ذات نبوی علیہ الف الصلوات والتسلیمات نے یہ فرما کر دفع فرمادیا کہ:

"فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي"۔

اس جملہ مبارکہ سے دونوں شبہے رفع دفع ہو جاتے ہیں، اس شبہ کے دفعیہ میں اہتمام بلیغ فرمایا گیا ہے۔ احادیث متعددہ میں مختلف عنوان اختیار فرمائے گئے ہیں۔

(۱) بخاری شریف، باب الرویا: فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بي، عن أنس رضی الله عنه، شیطان مجھے نہیں دکھاتا ہے۔

(۲) بخاری شریف، کتاب العلم: فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَتِي، عن أبي هريرة رضی الله عنه، شیطان میری صورت نہیں دکھاتا ہے۔

(۳) ابن ماجہ: إِنَّهُ لا يَنبَغِي لِلشَّيْطَانِ أَنْ يَتَمَثَّلَ فِي صُورَتِي، عن جابر رضی الله عنه، شیطان کو یہ سزاوار ہی نہیں ہے کہ میری صورت میں نظر آئے۔

(۴) مسلم شریف: فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلشَّيْطَانِ أَنْ يَتَشَبَّهَ بِي، عن جابر رضی الله عنه، شیطان کو یہ جائز نہیں ہے کہ میری صورت کے مشابہ ہو۔

(۵،۶) ترمذی و ابن ماجہ: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَمَثَّلَ بِي، عن أبي جحفة رضی الله عنه، شیطان کی یہ مجال نہیں کہ مجھے دکھا سکے۔

(۷) بخاری شریف: وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَزَايَا بي، عن أبي ذر رضی الله عنه، اور شیطان مجھے نہیں دکھاتا ہے۔

(۸) روایت غیر ابی ذر: وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لا يَتَرَاای بي، عن أبي قتادة رضی الله عنه، اور شیطان میری وضع قطع میں بھی نہیں آسکتا ہے۔

(۹) بخاری شریف: فانَّ الشَّيْطَانَ لا يَتَكَوَّنني، عن أبي سعيد رضی الله عنه، شیطان میری شکل میں نظر نہیں آتا ہے۔

یہ عنوانات تسعہ تو وہ ہیں جنہیں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی باب بخاری کی شرح میں یکجا فرمادیا ہے، اس کے علاوہ بھی متعدد عنوان ہیں جو اس وقت پیش نظر نہیں، اس قدر اہتمام بلیغ فرمانے کا مقصد صاف ظاہر ہے کہ جسے بھی یہ دولت دیدار اس کی فیروز بختی سے نصیب ہو جائے، اس کی پوری تشفی فرمادی جائے اور کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ چھوڑی جائے، سب سے بڑا خطرہ

ہو سکتا تھا تو اسی لعین کا جو وابستگان دامن محمدیہ علیہ الف التحیہ کا عدو مبین ہے، بتا دیا گیا کہ اس کی یہ مجال ہی نہیں کہ رخ انور کا ایک دھندلا خاکہ بھی دکھا سکے۔

یہ بھی عرض کر دوں کہ نصیبے والوں کو یہ دولت دیدار نصیب ہوتی ہے تو ہر رنگ میں ہو جاتی ہے، ہر صورت میں نظر آجاتی ہے، ہر عینک سے دیکھ پڑتی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ کسی عینک کا شیشہ سرخ ہے اور اُسے سرخ ہی نظر آئے اور جس کا زرد ہو تو اسے زرد، کسی کا حوصلہ پست ہے تو اُسے پست نظر آئے، کسی کا حوصلہ بلند ہو تو اسے وہ قد بالا نظر آجائے، یہ اپنی اپنی قسمت اپنا اپنا ظرف ہے، وہ ذات مقدس ان تمام نقائص و معائب سے پاک و پاکیزہ تر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے اس کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میری زیارت کی اس نے مجھی کو دیکھا؛ کیوں کہ میں ہر شکل میں نظر آجاتا ہوں (جیسے آفتاب عالم تاب ہر رنگ کی عینک سے نظر آتا ہے۔)

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُول الله صلى الله عليه وسلم: ”من رَاٰنِي فِي الۡمَنَامِ فقد رَاٰنِي فَإِنِّي أرى فى كل صورة—(۶)

البتہ اس کے خلاف میں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تعلیق موجود ہے کہ:

قَالَ ابۡنُ سِيرِينَ: إِذَا رَاٰهُ فِي صُورَتِهٖ—(۷)

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیارت کے لیے اصلی صورت کی شرط ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قاضی ابو بکر بن عربی کا فیصلہ اچھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”رُؤۡيَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بِصِفَتِهِ الۡمَعۡلُومَةِ إِدۡرَاك عَلَى الۡحَقِيقَةِ وَرُؤۡيَتُهٗ عَلٰى غَيۡرِ صِفَتِهٖ إِدۡرَاكٌ لِلۡمَثَالِ فَإِنَّ الصَّوَابَ أَنَّ الۡأَنۡبِيَاءَ لَا تُغَيِّرُهُمُ الۡأَرۡضُ وَيَكُونُ إِدۡرَاكُ الذَّاتِ الكَرِيمَةِ حَقِيقَةً وَإِدۡرَاكُ الصِّفَاتِ إِدۡرَاكَ الۡمَثَلِ—(۸)

جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور و معروف شکل ملیح زیارت فرمائی، اسے آپ ہی کی حقیقتاً زیارت ہوگی اور جس نے اس معلوم شکل میں زیارت نہیں کی؛ بلکہ دوسری شکل میں زیارت کی، اُس کو آنحضرت کی صورت مثالیہ کی زیارت ہوئی، کیوں کہ حق یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کی شکل و صورت میں مدفون ہونے کے بعد کوئی تغیر نہیں ہوتا ہے اور جب تغیر نہیں ہوتا ہے تو بعینہ زیارت ممکن اور متوقع ہے؛ اس لیے ذات پاک کی زیارت تو حقیقی زیارت ہوتی ہے۔ رہے صفات تو اُن کی زیارت مثالیہ ہوتی ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ عدم تمثل شیطان کی تشریح میں علمائے محدثین کے متعدد اقوال اور آرا کو نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

والصواب التعميم فی جميع حالاتِهٖ بِشَرط أَنْ تَكُونَ صُورَتُهٗ الحقيقية فی وقت ما سواء كان فی شبابه أَوْ رُجُولِيَتِهٖ أَوْ كَهُولِيَّتِهٖ أَوْ اٰخِرِ عمره وقد يكون لما خالف ذلك تعبير يتعلق بالرائی—(۹)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد اقوال وآرا جو پیش کیے جا چکے ہیں، یہ تنہا ان کی رائیں نہیں ہیں؛ بلکہ علمائے محدثین اور فقہائے ماہرین کی ایک معتد بہ جماعت کثیرہ ان کی ہم نوا ہے، اس وقت میرے پیش نظر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اشعۃ اللمعات اور مدارج النبوۃ، امام نووی کی شرح مسلم، ملا علی قاری کی جمع الوسائل موجود ہے، یہ سب کے سب اپنی اپنی عبارتوں میں اُن ہی مطالب کو ادا فرما رہے ہیں، جو مذکور ہو چکے۔

اور "فَقَدْ رَأَى الْحَقّ" کے اس مطلب پر سب ہی متفق ہیں کہ اُس نے سچا خواب دیکھا، یہ رویائے صادقہ یہ بشارت حقہ ہے، یہ اضغاث احلام یا شیطانی خواب نہیں ہوسکتا، مجھے علی وجہ البصیرہ یقین تھا اور ہے کہ "فَقَدْ رَأَى الْحَقّ" کے لفظ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس رویا کے رویائے صادقہ ہونے کی شہادت و بشارت فرما رہے ہیں، یہ مقصد ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جس نے یہ دولت لازوال حاصل کرلی، اُس نے عین خدائے برتر کو دیکھ لیا۔

ہم نے بڑی جستجو کی کہ شاید کہیں علمائے سابقین میں کسی نے ایسا قول کہا ہو جو اس وقت کے بعض حضرات کے لیے منشاء غلط بن رہا ہو لیکن مجھے علماء محدثین، فقہاء متکلمین، حضرات صوفیہ کرام میں سے کسی ایک اہل علم کا بھی یہ قول نہ مل سکا کہ "فَقَدْ رَأَى الْحَقّ کا یہ مطلب ہے کہ اُس نے عین خدائے برتر کو دیکھ لیا۔ اکابر صوفیہ اور مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ملفوظات اور مکاتیب جس حد تک مجھے مل سکے، ایسا قول کسی کا بھی نظر نہیں آیا۔ دیدار نبوی کا عین دیدار خدائے برتر ہونا لرزہ انداز سوال ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ عین رسول برحق کی بھی کسی خوش بخت کو زیارت خواب میں بھی نصیب ہو جائے تو یہ کبریت احمر گوگرد سرخ ہے۔ اس باب میں ہم جیسے بہت سے خفتہ بخت فریب نفس میں مبتلا ہیں۔ صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ملفوظات اور مکاتیب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے ؎

عمری باید کہ یار آید بہ کنار

این دولت سرمد ہمہ کس راند ہند

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی حزب الاعظم امصار و دیار کے قریب قریب ہر خانوادہ صوفیہ کرام میں غایت درجہ مقبول و معمول اوراد میں داخل ہے، وہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

(من راٰنی) أی مثالی (فی المنام فَقَدْ رَاٰنِي) أَی: فَكَأَنَّهٗ قَدْ رَاٰنِي فی عالم الشهود والنظام، لكن لا يبتنى عليه الاحكام ليصير به من الصَّحَابَةِ، وَلِيَعْمَلَ بِمَا سَمِعَ بِهٖ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ—(۱۰)

جس نے مجھے یعنی میری مثال کو عالم خواب میں دیکھا اُس نے مجھ ہی کو دیکھا، یعنی اُس کا خواب ایسا سچا ہے کہ گویا اُس نے عالم بیداری میں زیارت کرلیا ہے؛ البتہ عالم خواب کی زیارت پر عالم بیداری کی زیارت کے احکام مرتب نہیں ہوں

گے اور زائر صحابی نہیں ہو جائے گا اور نہ عالم خواب کے حکموں کی بلا تطبیق شریعت تعمیل کی جائے گی۔

پھر آگے بڑھ کر امام غزالی جیسے جلیل القدر کا قول اسی ضمن میں نقل فرماتے ہیں کہ:

”وَقَالَ الشَّيْخ أَبُو حَامِدِ الْغَزَّالِيُّ: لَيْسَ مَعْنَاهُ أَنَّهُ رَأَى جِسْمِي وَبَدَنِي بل رأى مثالا صار ذلك المثال آلة يتأدى بِهَا الْمَعْنَى الَّذِي فِي نَفْسِي إِلَيْهِ بَلِ الْبَدَنُ الْجِسْمَانِيُّ فِي الْيَقَظَةِ أَيْضًا لَيْسَ إِلَّا آلَةَ النَّفْسِ، وَالْآلَةُ تَارَةً تَكُونُ حَقِيقِيَّةً وَتَارَةً خَيَالِيَّةً، وَالنَّفْس غَيْرُ الْمِثَالَاتِ الْمُتَخَيَّلَةِ إِذْ لَا يَتَخَيَّلُ إِلَّا ذُو لَوْن أَوْ ذُو قَدْرٍ بَعِيدٍ مِنَ الْمُتَخَيِّلِ أَوْ قَرِيبٍ، وَالْحَقُّ أَنَّ مَا يَرَاهُ مِثَالُ رُوحِهِ الْمُقَدَّسَةِ الَّتِي هِيَ مَحَلُّ النُّبُوَّةِ، فَمَا رَآهُ مِنَ الشَّكل لَيْسَ هُوَ رُوحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَخْصُهُ، بَلْ هُوَ مِثَالٌ لَهُ عَلَى التَّحْقِيقِ۔۔۔(۱۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے میرے جسم اور بدن کو دیکھ لیا، بلکہ اس کو میری ایسی صورت مثالیہ دکھائی گئی ہے، جس سے وہ مطلب ظاہر ہوتا ہے کہ جس مطلب کے لیے زائر کو میری زیارت کرائی گئی ہے؛ بلکہ عالم بیداری میں بھی جس نے زیارت کی تھی، وہاں بھی یہی مضمون ہے کہ پوری حقیقت ظاہر نہیں ہوئی، بلکہ ہر ایک نے اپنے اپنے حوصلہ، اپنے اپنے نصیبے کے مطابق زیارت کی، اصلی حقیقت الگ چیز ہوتی ہے اور جسم و بدن اس حقیقت کے ادراک کا ایک آلہ اور وسیلہ ہوتا ہے، اب یہ آلہ کبھی حقیقی ہوتا ہے، جیسے عالم بیداری میں اور کبھی مثالی ہوتا ہے، جیسے عالم خواب میں، عالم خواب میں جو صور مثالیہ نظر آتی ہیں، وہ اصلی حقیقت نہیں ہوتی، کیوں کہ اصلی حقیقت رنگ وروپ، قد وقامت میں نظر آئے گی۔ پس حق یہ کہ زائر جس جس شکل مبارک کی زیارت کر رہا ہے، وہ نہ تو روح مقدسہ ہے جو محل نبوت ہے، نہ جسم اطہر ہے: بلکہ یہ اسی روح مقدسہ اور جسم اطہر کی ایک صورت مثالیہ ہے۔

بات طول کھینچتی جاتی ہے اور امام غزالی جیسے مقدم ترین جلیل القدر امام کے قول کے بعد کسی دوسرے قول کو پیش کرنے کی ضرورت بھی نہیں کہ ”لاھجرۃ بعد الفتح“ تاہم حضرت شیخ عبد الحق محدث رحمہ اللہ دہلوی کی وہ عبارت بھی پیش کئے دیتا ہوں، جو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اسی عبارت کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں بزبان فارسی ترجمہ فرماتے ہیں:

”امام غزالی را دریں مقام تحقیقی است مبنی برآں کہ حقیقت انسان عبارت است از روح مجرد ونفس ناطقۂ وے و بدن آلت است کہ می رساند دیدن او بادراک آں حقیقت و مراد آں حضرت از آں کہ فرمود مرا دید، نہ آنست کہ جسم مرا دید و بدن مرا دید؛ بلکہ مثالی دید کہ آں مثال آلتی ست کہ می رسد آں معنی کہ در نفس من است بوے باں آلت و بدن جسمانی در یقظہ نیز آلت نفس پیش نیست، و آلت گاہے حقیقی است و گاہے خیالی و نفس نیز مثال متخیل و مثال مشخص است پس آنچہ دیدہ است از شکل و صورت مثال روح مقدسۂ اوست کہ محل نبوت است کہ روح وے و شخص وی۔۔۔(۴ / ۶۸۳)

ان عبارات سے صاف اندازہ ہو جاتا ہے کہ عین رسول برحق ہی کی زیارت کتنی نادرہ روزگار دولت ہے، چہ جائیکہ یہ عقیدہ

قائم کرلیا جائے کہ عین خدائے برتر کی زیارت کرلی، كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۝۵ —(۱۲)

اور اگر اس قائل کے قول کی بنا ان خیالات پر ہے جو وجودی حضرات کی طرف غلط طور پر منسوب ومشہور ہو گئے ہیں تو امام الوجودیین حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فتوحات مکیہ ملاحظہ فرمائیے، وہ ''باب معرفۃ الرویا'' میں فرمارہے ہیں کہ:

فلا تشك في حال الرؤيا في الصورة التي تراها إنها عين ما قيل لك أنه هو وما نشك في التعبير إذا استيقظت أنه ليس هو —(۱۳)

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے خیال میں رویا میں انبیا یا ملائکہ علیہم السلام کی تخصیص نہیں؛ بلکہ ہر وہ صورت جو خواب میں نظر آئے، وہ حقیقت میں اسی کی صورت ہے، جس کی خواب دیکھنے والے نے سمجھا یا سمجھایا گیا۔ پھر لطف یہ ہے کہ بیداری کے بعد وہ اس کی اجازت بھی نہیں دیتے کہ اس کی صورت سمجھی جائے جس کی عالم خواب میں سمجھی گئی تھی۔ اہل علم حضرات واقف ہیں کہ قرن صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وارضاہم عنا سے لے کر اس وقت تک تمام علما کا اتفاق رہا ہے کہ یہ صرف ذات نبوی علیہ الصلوات الطیبات کی خاص خصوصیت اور مجد وشرف ہے کہ صرف آپ ہی کی منامی رویت رویائے صادقہ اور تمام احتمالات غلط سے بری ہوا کرتی ہے اور آپ کے سوا جس گرامی ہستی کی بھی زیارت کی جائے احتمال غلطی موجود ہے اور یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ جس ہستی کو سمجھا ہے، اس کی زیارت ہوئی ہے۔

پھر اس کو بھی سوچیے کہ اگر عالم خواب کی زیارت نبوی عین خدائے برتر کی زیارت قرار دی جارہی ہے، تب تو عالم بیداری میں چشم سر سے زیارت کرنے والے تمام صحابہ کرام عین خدائے برتر کے شرف صحبت، شرف مکالمہ سے مشرف ہوئے اور بدرجۂ اولی مشرف ہوئے اور پھر ذات نبوی میں اُنھوں نے جن جن خصائص بشری کی زیارت کی، وہ سارے خصائص بشری عین خدائے برتر میں زیارت کے گئے، سبحانہ وتعالى عما يقولون علوا كبيرًا.

کوئی بڑی سے بڑی ہستی میں خدائے برتر نہیں ہوسکتی، جو شخص عین سمجھتا ہے، وہ حلول واتحاد کا قول کرتا ہے، اسلام وقرآن پاک نے حلول واتحاد کی پوری بیخ کنی فرمادی ہے۔ ایک مسلم حیطۂ اسلام میں رہتے ہوئے حلول واتحاد کا خیال بھی نہیں لاسکتا، یہ عقیدہ تو خاص عیسائیوں اور ہندوؤں کا عقیدہ ہے، اس عقیدہ سے اسلام اور مسلمان بالکل بری ہیں، اسلام صاف پکار کر کہہ رہا ہے کہ:

اِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ —(۱۲)

ہاں اگر قائل کا یہ مقصد ہو کہ چوں کہ ذات نبوی ذات احدیت کی مظہر اتم تھی اور جمال نبوی جمال احدی کا آئینہ دار؛ اس لیے جس بیدار بخت کو زیارت ذات نبوی کی دولت سرمدی نصیب ہوگئی، اس نے اس آئینہ میں جمال احدی نور صمدی کی ایک تجلی اتم دیکھ لی تو یہ کہنا ایک حد تک بالکل صحیح وصواب ہے، اسی حد تک کہ عینیت کا وسوسہ بھی نہ آنے پائے، عینیت کا عقیدہ آیا اور اسلام بیزار ہوا، ایسے عقیدہ سے فوراً توبہ کرنا چاہیے۔ فقط

ثم الصلاۃ علی النبی فإنه یبدی به الذکر الجمیل و یختم

محمد عبید اللہ قادری المجھری رحم اللہ علیہ وعلی ابویہ

۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ

مجیب لبیب نے جو کہ تحریر فرمایا ہے، بالکل صحیح ہے، حضرات صوفیۂ کرام رحمہم اللہ نے بھی وہی معنی بیان فرمائے ہیں، جو حضرت مجیب مدظلہ نے ذکر فرمایا ہے۔ عارف ربانی سید عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے رویۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام پر مفصل بحث کی ہے، انہوں نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے کہ:

من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نومه فقد رآہ حقیقة بروحه وجسده ـــ (الیواقیت: ۱۱۹/۱)

اور رؤیت باری تعالیٰ کی بحث میں خاتم ولایات محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ حضرت الشیخ محی الدین بن عربی افاض اللہ علینا برکاتہ کا قول فتوحات سے نقل فرماتے ہیں:

"لا یلزم من شهود العبد ربه بقلبه أن یکون هو المطلوب بأعلام من الله تعالی فیجعل للعبد فی نفسه علمها ضروریا مثل ما یجد النائم فی نومه من رویة الحق جل و علا او رویة رسول الله تعالی صلی الله علیه وسلم فیجد الرائی فی نفسه العلم الضروری بأن ذلك المرئی هو الله عز وجل او رسوله صلی الله علیه وسلم وذلك لوقوع المرئی مطابقة لما هو الأمر علیه فیما بداه. انتهی ـــ (الیواقیت، ص: ۱۱۱)

اس سے بھی ظاہر ہوا کہ رویۂ نبی صلی اللہ علیہ سلم عین رویۂ الرب جل وعلا کے معنی میں نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب عندہ ام الکتاب

نمقہ ابو المحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ

نائب امیر شریعت بہار

جواب بہت صحیح ہے، حضرت مخدوم الملک بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

گویدآں کس دریں مقام فضول
کہ تجلی نہ داند او ز حلول
خیالے دگر مبرایں جاو بشناس
ہرآں کو در خدا گم شد خدا نیست

ـــ محمد سہول عثمانی حنفی چشتی

المجیب مصیب ـــ محمد عثمان غنی غفرلہ، دارالافتاء امارت شرعیہ پھلواری شریف

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ، فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ العظیم ــــ قمر الدین قادری

صح الجواب ــــ ریاض احمد انصاری، مدرس مدرسہ عزیزیہ

صح الجواب بغیر الارتیاب ــــ محمد حبیب الحق عفی عنہ قادری قلندری جاروب کش آستانہ عمادیہ، پٹنہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ــــ محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ، مبحروی بہاری

ہذا ھو الحق الصریح ــــ سید دیانت حسین غفرلہ ضلع دربھنگہ

ہذا ہو الحق المبین ــــ عبد السبحان عفا اللہ

الجواب حق و باتباع الحق ــــ محمد صبیح الحق غفرلہ رب الفلق، پٹنہ سیٹی ۲۹ رشعبان المعظم ۱۳۵۲ھ

صلی اللہ علی محمد نبی الامی وآلہ وبارک وسلم، المجیب مصیب ــــ اویس قرنی، مدرس مدرسہ محمدیہ پٹنہ

ہذا ھو الحق المبین ــــ محمد سلیم الحق عفا عنہ

حواشی:

(۱) صحیح البخاری، رقم: ۶۹۹۶

(۲) صحیح البخاری، رقم: ۶۹۹۶

(۳) صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، حدیث أبی قتادة رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: ۶۹۹۶، وحدیث أبی سعید، کتاب التعبیر، باب من رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، رقم الحدیث: ۶۹۹۷، أیضاً رواہ الامام احمد، رقم: ۱۱۵۴۲

(۴) رواہ الامام أحمد، رقم الحدیث: ۴۱۹۳ والترمذی، رقم الحدیث: ۲۲۷۶، والبخاری عن انس بتغییر یسیر، رقم الحدیث: ۶۹۹۴، وروى الإمام أحمد والشیخان عن قتادة بلفظ: "مَنْ رَاٰنِي فَقَدْ رَأَى الحق، فإن الشیطان لا یترااى بی"۔

(۵) جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ماجاء فی رؤیة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۲۳۲/۲

(۶) عمدة القاری شرح صحیح البخاری: ۱۴۰/۲۴، دار احیاء التراث العربی بیروت

(۷) صحیح البخاری تعلیقا، تحت رقم الحدیث: ۶۹۹۳

(۸) فتح الباری: ۳۸۴/۱۲، دار المعرفة بیروت

(۹) فتح الباری: ۳۸۴/۱۲، دار المعرفة بیروت

(۱۰) مرقاة المفاتیح: ۲۹۱۴/۷، دار الفکر بیروت

(۱۱) مرقاة المفاتیح: ۲۹۱/۷، ۵، دار الفکر بیروت

(۱۲) سورة الکهف: ۵

(۱۳) باب معرفة الرویا ــــ (۴۲۰/۲)

(۱۴) سورة الممتحنة: ۴

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

اسلام کی اشاعت میں صوفیا کا کردار

● وارث ریاضی — کاشانہ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

جب ''خلافت اسلامیہ'' ملوکیت میں تبدیل ہوگئی اور دوسری صدی ہجری کے بعد خلفائے اسلام میں خلافت کی روح نہیں رہی اور نبوت کی امانت کو انہوں نے ضائع کر دیا، جاہ واقتدار کی ہوس، مال وزر اور سامان تعیش کی فراوانیوں نے انہیں خوف خدا اور فکر آخرت سے یک سر غافل کر دیا، جس کے نتیجے میں عوام الناس بھی ''دین'' سے غافل ہو کر دنیا داری کی طرف مائل ہو گئے، ایسے حالات میں وہ علمائے ربانیین اور صوفیائے کرام ہی کا طبقہ تھا، جس نے ایمان ویقین، خوف خدا، فکر آخرت اور خدا شناسی کی شمع فروزاں کو بجھنے نہیں دیا۔ یہ صوفیا ہی کا طبقہ تھا جو بلا امتیاز عرب وعجم، منہاج نبوت کے مطابق اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں ہمہ تن مصروف عمل رہا اور اسلام کے فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۹۹ء) رقم طراز ہیں:

''دنیاداری اور مادیت کے پھیل جانے کے بعد، دینی رجحان اور خدا طلبی کا مرکز ان حضرات کی ذات اور ان کے مقامات تھے، جنہوں نے غفلت اور مادیت کے سمندر میں انسانی زندگی کے چھوٹے چھوٹے جزیرے قائم کر رکھے تھے، جہاں وہ لوگوں کو مادیت کے بھنور سے نکال کر ان کی دینی تربیت کرتے تھے اور ان میں طوفان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرتے تھے، بعد کی صدیوں میں ان کو صوفیا اور مشائخ کے نام سے یاد کیا گیا'' — (۱)

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت وتبلیغ سے متاثر ہو کر پانچ ہزار کفار مشرف بہ اسلام ہوئے اور ایک لاکھ سے زیادہ گناہ گاروں کو حضرت شیخؒ کے دست حق پر توبہ کی توفیق ہوئی — (۲)

ایک خدا رسیدہ بزرگ وصوفی احمد بدویؒ اور ان کے مریدوں نے ۱۲۴۹ء میں مصر پر فرانس کی پہلی جنگ کی مدافعت میں بڑی بہادری اور جاں بازی کا ثبوت دیا — (۳)

وہ صوفیائے مرابطین کی جماعت تھی جس نے یوسف بن تاشفین (وفات: ۵۰۰ھ) کی قیادت میں ۴۷۹ھ میں

اندلس کے میدان زلاقہ میں الفونسو کی پچاس ہزار سے زائد فوج کو شکست فاش دے کر پرچم اسلام کو بلند کیا اس جنگ میں الفونسو کی اکثر فوج کام آ گئی، صرف پانچ سو فوج بچ سکی ــــ(۴)

مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی (۱۸۷۶ء،۱۹۳۸ء) نے لکھا ہے:

''مرابطین کی حکومت میں بہت جلد اندلس، مراکش، ٹیونس، الجیریا، طرابلس شامل ہو گئے۔ بحری طاقت کی طرف اس خاندان نے زیادہ توجہ نہیں کی، ۵۵۱ھ تک مرابطین کی حکومت قائم رہی۔ اپنے بہادرانہ کارناموں سے ایک سو سال تک انہوں نے عیسائی طاقتوں کا ناطقہ بند رکھا''ــــ(۵)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ابن جوزی (م: ۵۹۷ھ) کی مجلس وعظ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

حافظ ابن جوزیؒ نے خود ایک موقع پر تخمینہ لکھا ہے کہ ایک لاکھ انسانوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی۔ پانچویں صدی ہجری کے ایک محدث شیخ اسماعیل لاہوری کے متعلق مورخ کے الفاظ ہیں:

''ہزار ہا مردم در مجلس وعظ وے مشرف بہ اسلام شدند''

ابن بطوطہ نے متعدد ہندوستانی واعظین کی تاثیر کے ایسے ہی واقعات لکھے ہیں ــــ(۶)

مسلمان سلاطین کی عاقبت نااندیشی اور کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر تاتاریوں نے عالم اسلام کو بہ زور شمشیر فتح کر کے اسلام اور مسلمانوں کو اتنا نقصان پہنچایا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی لیکن اس خون ریز اور سفاک قوم کا حلقہ بہ گوش اسلام ہو جانا دنیا کی تاریخ کا سب سے بڑا حیرت انگیز واقعہ ہے۔ تاتاریوں کو اسلام سے قریب لانے اور ان کو مشرف بہ اسلام کرنے کا سہرا مشائخ اور صوفیا کے سر جاتا ہے۔

چنگیز خان (۵۴۹ھ، ۶۲۴ھ) کو اپنی سات سال کی خون ریزی اور اسلامی ممالک کو تاراج کرنے کے دوران میں یہ محسوس ہو گیا تھا کہ مسلمان اگرچہ اس وقت کمزور اور بے بس ہیں لیکن دراصل اسلام کوئی معمولی مذہب نہیں ہے کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے، بلکہ یہ ایک اعلیٰ اور ارفع نصب العین اور پاکیزہ اخلاقی تعلیمات کا مجموعہ ہے، چنانچہ چنگیز نے حکم دیا کہ اس کے دربار میں چند جید علمائے اسلام پیش کیے جائیں، اس کے حکم کی تعمیل میں، اس کے دربار میں قاضی اشرف اور ایک دوسرے عالم دین کو پیش کیا گیا۔ چنگیز کے دریافت کرنے پر ان علما نے پہلے توحید و رسالت کے عقائد کو تفصیل سے بیان کیا۔ چنگیز نے کہا:

''میں توحید و رسالت کی معقولیت کو دل سے تسلیم کرتا ہوں''

پھر ان علما نے نماز اور روزے کی فرضیت اور ان کی افادیت و اہمیت پر روشنی ڈالی۔ چنگیز نے کہا:

''اوقات متعینہ پر خدا کی عبادت کرنا اور گیارہ مہینے کے بعد روزہ رکھنا بھی معقول بات ہے''

لیکن جب ان علما نے حج کی فرضیت اور اہمیت کی تفصیل بیان کی تو چنگیز خان نے اس کی ضرورت کو تسلیم نہیں کیا،

لیکن اسلام کے تئیں اس کا رویہ نرم ہوگیا؛ چنانچہ جب وہ بخارا گیا تو مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔(۷)

چنگیز خان کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا اوکتائی خان اس کا جانشیں ہوا۔ اوکتائی خان کو مسلمانوں سے بڑی انسیت اور محبت تھی۔ مورخین کا خیال ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر مسلمان ہو چکا تھا۔ اوکتائی خان کو اسلام کی صداقت پر پختہ یقین تھا۔(۸)

بہ ہر طور چنگیز خان کے انتقال کے بعد اس کے خاندان کے سلاطین اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے مسٹر آرنلڈ کی کتاب ''دعوت اسلام''(preaching of islam) کے حوالے سے لکھا ہے:

''لیکن اسلام اپنی گذشتہ شان وشوکت کے خاکستر سے پھر اٹھا اور واعظین اسلام نے بھی وحشی مغلوں کو جنھوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم باقی نہ رکھا تھا، مسلمان کرلیا، یہ ایک ایسا کام تھا جس میں مسلمانوں کو سخت مشکلیں پیش آئیں، کیوں کہ دو مذہب اس بات کی کوشش میں تھے کہ مغلوں اور تاتاریوں کو اپنا معتقد بنائیں، وہ حالت بھی عجیب وغریب اور دنیا کے لیے بے مثل واقعہ ہوگی، جس وقت بدھ مذہب اور عیسائی مذہب اور اسلام اس جدو جہد میں ہوں گے کہ ان وحشی اور ظالم مغلوں کو جنھوں نے ان تین بڑے مذہبوں کے معتقدوں کو پائے مال کیا، اپنا مطیع بنالیا''۔(۹)

پروفیسر آرنلڈ نے لکھا ہے کہ چنگیز خان کے خاندان کا پہلا بادشاہ جس کو اسلام لانے کی سعادت نصیب ہوئی وہ براق خان تھا، جس نے اپنی تخت نشینی کے دو سال کے بعد اسلام لاکر اپنا نام غیاث الدین رکھ لیا، لیکن اسلام کی ترقی اس وقت ممکن ہوئی جب سلطان کاشغر مشرف بہ اسلام ہوا، جس کا نام تغلق تیمور خان تھا۔ تغلق تیمور بخارا سے آئے ہوئے ایک بزرگ شیخ جمال الدینؒ کے توسط سے شیخ کے صاحبزادے شیخ رشید الدین کی جدو جہد سے کلمہ طیب پڑھ کر مسلمان ہوا پھر تغلق تیمور نے اسلام لانے کے بعد اپنی رعایا میں اسلام کی اشاعت کی، چناں چہ اسی زمانے میں ان تمام ملکوں کا مذہب اسلام ہوگیا، جن پر چنگیزی سلاطین کا تسلط تھا۔(۱۰)

علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء، ۱۰۳۸) نے اس شعر میں:

ہے عیاں فتنۂ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جزائر میں فرانسیسیوں کے استعمار کے خلاف، اسلام کی جس عظیم شخصیت نے علَم جہاد بلند کیا اور پندرہ سالوں تک فرانسیسیوں کو چین کی نیند نہیں لینے دیا وہ عبد القادر جزائریؒ کی ذات گرامی تھی۔ امیر شکیب ارسلاں نے ان کو شیخ طریقت میں شمار کیا ہے۔ تصوف میں شیخ جزائریؒ کی ایک کتاب بھی ہے جس کا نام ''المواقف'' ہے۔(۱۱)

محمد غازیؒ اور شیخ شاملؒ جنھوں نے ۳۵ برسوں تک روس سے مقابلہ کیا۔ اور مختلف معرکوں میں ان پر فتح حاصل کی،

ان کا تعلق صوفیاء کی جماعت سلسلۂ نقشبندیہ سے تھا۔(۱۳)

جہاں تک ہندوستان کی بات ہے تو غیر منقسم ہندوستان میں باہر سے آنے والے علمائے دین، مسلم تاجروں اور مسلمان سلاطین کے ذریعہ بھی اسلام کو تقویت پہنچی لیکن اشاعت اسلام کے سلسلے میں حضرات صوفیا کا کارنامہ ہندوستان کی تاریخ کا روشن باب ہے۔صوفیائے کرام نے اشاعت اسلام سے زیادہ اسلام کے اصول مساوات، باہمی اخوت و ہمدردی، صلح و آشتی اور حسن سلوک کے پیغام حیات آفریں کو ہندوستانی عوام تک پہنچا کر انسانی دلوں کے جوڑنے کا کام انجام دیا جس سے متاثر ہو کر غیر مسلم حضرات اسلام کی طرف راغب ہونے لگے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلموں کی جماعت کثیر اسلام میں داخل ہونے لگی۔ شیخ محمد اکرام (۱۹۰۸ء-۱۹۷۳ء) لکھتے ہیں:

پاک و ہند میں اسلام زیادہ تر صوفیائے کرام نے پھیلایا لیکن ان کا مطمح نظر اور طریق کار دور حاضر کے مشنریوں اور مبلغوں سے بالکل مختلف تھا۔انہوں نے اپنے آپ کو فقط غیر مسلموں کے لیے وقف نہ رکھا تھا بلکہ تبدیلی مذہب تو (سوائے بعض اسماعیلیوں اور سہروردیوں کے) شاید ان کا مقصد اولین ہی نہ تھا۔ان کے دروازے ہر ایک کے لیے خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، امیر ہو یا غریب، کھلے تھے۔اور ان کا ہر ایک میں بلاتفریق ارشاد و ہدایت تھا، ایک ہندو کے اسلام سے انہیں جتنی خوشی ہوتی تھی شاید اس سے زیادہ ایک مسلمان کے ترک گناہ سے ہوتی۔صوفیاء کے اس جامع نقطۂ نظر کو ''سلسلۃ الذہب'' کے مصنف نے ایک مشہور سہروردی بزرگ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کا ذکر کرتے ہوئے خوب واضح کیا ہے، اور ان کی نسبت لکھا ہے:

''لوگوں کے ارشاد و ہدایت میں کفر سے ایمان کی طرف، گناہ سے عبادت کی طرف، نفسانیت سے روحانیت کی طرف ان کا بڑا مرتبہ تھا''

مشائخ کبار کے سامنے یہی مطمح نظر تھا جو سلسلۃ الذہب کے بیان کے مطابق، شیخ بہاء الدینؒ کا تھا، وہ ہر ایک کو خواہ ہندو ہو یا مسلمان، ایک بلند تر روحانی زندگی کا پیام دیتے اور اس کا عملی نتیجہ یہ تھا کہ کفار اسلام کی طرف راغب ہوئے اور عام مسلمان ایک پاک اور بے عیب زندگی کی طرف۔(۱۴)

شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ صوفیائے کرام نے اسلام کی اشاعت سے زیادہ توسیع اسلام کی طرف توجہ دی اور اس کے لیے صلح کل اور رواداری کی پالیسی اختیار کی۔صوفیا نے دوسرے مذاہب کے بانیوں کی تنقیص کرنے اور ان کو برا بھلا کہنے کی بہ جائے مذہب اسلام کے اخلاقی محاسن کو ہندوستان کے عوام کے سامنے پیش کیا۔چنانچہ صوفیا کے حسن سلوک کے باعث ایک طرف ہندو اسلام کی طرف مائل ہونے لگے تو دوسری طرف مسلمان، گناہوں سے تائب ہو کر صوفیاء کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے لگے۔سفینۃ الاولیاء کے مصنف نے شیخ ابو اسحاق گازرونیؒ کے حالات میں لکھا ہے:

”چوبیس ہزار غیر مسلم شیخ کے دست حق پر اسلام لائے اور تقریباً ایک لاکھ مسلمان تائب ہو کر شیخ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔(۱۵)

حضرات صوفیا نے جب ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا، اس وقت ہندوستان میں ذات پات اور اونچ نیچ کا نظام پورے عروج پر تھا۔ مذہب پر ہندوؤں کے اعلی طبقے کی اجارہ داری تھی، نیچ ذات کے ہندوؤں کو مذہب کی تعلیم حاصل کرنے پر پابندی عائد تھی۔ اگر کوئی شودر مقدس وید کا منتر سن لیتا تو اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا جاتا۔ مندروں میں شودروں کو داخل ہو کر عبادت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایسے حالات میں صوفیا کے ”صلح کل“ کے طریق کار سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اسلام کی اشاعت میں کوئی بڑی رکاوٹ پیش نہیں آئی اور نیچ ذات کے ہندو اسلام میں داخل ہونے لگے۔(۱۶)

راقم الحروف کے لیے ہندو پاک کے صوفیا کی اشاعت اسلام کے کارناموں کا احاطہ کرنا بہت دشوار ہے، اس لیے یہاں چند مشہور صوفیائے کرام کے کارناموں کے بیان پر اکتفا کرنا پڑا۔

حضرت معین الدین چشتی قدس سرہ العزیز (وفات: ۱۲۳۴ء) اور ان کے سلسلے کے اکابر صوفیا کے کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ رقم طراز ہیں:

”سلسلۂ چشتیہ کی بنیاد ہندوستان میں پہلے ہی دن اشاعت و تبلیغ پر پڑی تھی اور عالی مرتبت بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی ؒ کے ہاتھ پر اس کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے کہ تاریخ کے اس اندھیرے میں ان کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد بہ کثرت بہت کچھ حضرت خواجہ ؒ کی کوششوں اور روحانیت کی رہین منت ہے، ان میں ایک بڑی تعداد حضرت خواجہ ؒ کی روحانی قوت، اشراقی کمال اور عنداللہ مقبولیت کے واقعات سے مسلمان ہوئی، اس وقت تک ہندوستان جوگ و اشراقیت کا ایک بڑا مرکز تھا۔ یہاں کے بہت سے فقیر و سنیاسی، اشراقی وقلبی قوت میں بڑا کمال رکھتے تھے۔ ریاضت شاقہ اور مختلف مشقوں سے انہوں نے کشف و تصرف کی بڑی قوت بڑھا رکھی تھی، ان میں سے بہت لوگ اس نو وارد مسلمان فقیر کے امتحان اور اس کو زک دینے کے لیے اس کے پاس آئے، لیکن ان کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ یہ غریب الوطن ان سے قلبی قوت اور اشراقیت میں بہت بڑھا ہوا ہے، اور ساحرین فرعون کی طرح ان کو یہ اندازہ ہو گیا کہ اس کے کمالات اور قوتوں کا منبع اور سرچشمہ کچھ اور ہے۔ اسی کے ساتھ اخلاق کی پاکیزگی، صاف ستھری زاہدانہ اور بے طمع زندگی، ایمان و یقین کی قوت، خلق خدا کے ساتھ ہم دردی اور بلا تفریق مذہب و ملت، انسان سے محبت اور انسانیت کا احترام دیکھ کر مخالفین بھی مقتدا اور دشمن بھی دوست ہو گئے۔

تذکرہ و تصوف کی کتابوں میں اس سلسلے میں جوگیوں اور سنیاسیوں کے ساتھ مقابلہ اور حضرت خواجہ ؒ کی اشراقی قوت و کشف و تصرفات کے جو واقعات کثرت کے ساتھ نقل کیے گئے ہیں، اگر چہ ان کی تاریخی سند سے اور قدیم تر معاصر مآخذ کے

ذریعہ ثابت کرنا مشکل ہے، لیکن ہندوستان کے اس وقت کے ذوق ورجحان اور اجمیر کی دینی وروحانی مرکزیت کو دیکھتے ہوئے یہ واقعات خلاف قیاس نہیں، دراصل جس چیز نے حضرت خواجہؒ کا گرویدہ اور اسلام کا حلقہ بہ گوش بنایا، وہ تنہا ان کی قلبی قوت نہ تھی بلکہ ان کی روحانیت، اخلاص واخلاق اور ان کا وہ طرز زندگی تھا، جس کا ہندوستان کے اہل فن عوام نے اس سے پہلے کبھی تجربہ نہیں کیا تھا۔۔۔(۱۷)

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے جانشین شیخ کبیر بابا فرید الدین گنج شکر (۵۶۹ھ، ۶۲۴ھ) کے رشد وہدایت اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کا تذکرہ کرتے ہوئے سید صباح الدین عبدالرحمن (۱۹۱۱ء، ۱۹۸۷ء) تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت بابا صاحب کے رشد وہدایت سے نہ صرف مسلمان، مسلمان بنے بلکہ غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد بھی مشرف بہ اسلام ہوئی، اجودھن کے قیام کے ابتدائی زمانے میں ایک جوگی مسمی سمبھوناتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوا، جو جادو منتر اور استدراج میں مشہور تھا، بابا صاحب کو دیکھتے ہی اس پر ان کی ہیبت اس قدر غالب ہوئی کہ زبان سے کچھ نہ بول سکا، پھر حضرت بابا صاحب کے کشف وکرامت سے ایسا متاثر ہوا کہ قدموں پر گر پڑا اور اپنے چیلوں کے ساتھ بابا صاحب کے ہاتھ پر ایمان لایا۔ کہا جاتا ہے کہ پاک پٹن کے اطراف میں زیادہ تر جو نو مسلم قومیں ہیں، وہ حضرت بابا صاحب ہی کی برکت سے مسلمان ہوئی ہیں۔ جواہر فریدی میں ہے کہ پنجاب میں مرہنگوالیان، بہلیان، اوہکان، جکروالیان، بکان، ہکان، سیان، کھوکھران، سیال وغیرہ حضرت باباؒ ہی کی برکت سے مسلمان ہوئیں''۔۔۔(۱۸)

شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

''اشاعت اسلام میں جتنی کامیابی آپ (بابا فرید الدینؒ) کو ہوئی، حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کو شاید ہی ہوئی ہو۔ مغربی پنجاب کے کئی بڑے بڑے قبیلے آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ مثلاً سیال، راجپوت وغیرہ''۔۔۔(۱۹)

بابا فرید گنج شکرؒ کے مسترشدین میں سب سے با اثر شخصیت: حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ ۶۳۴ھ، ۷۲۵ھ) کی ذات گرامی تھی۔ آپ کو ہندوستان میں اسلام کی اشاعت سے بڑی دل چسپی تھی۔

مولانا سید ابوالحسن ندویؒ لکھتے ہیں:

''پچاس برس کے عرصے میں، جس میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ دہلی جیسے مرکزی مقام میں مسند ہدایت وارشاد پر متمکن رہے اور ان کی خانقاہ کا دروازہ ہر انسان کے لیے کھلا رہا، یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کے دور دراز گوشوں سے مختلف ضرورتوں اور تقریبوں سے لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم آتے تھے اور اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر حضرت خواجہ کی زیارت کو بھی حاضر ہوتے تھے، بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔ میوات کا علاقہ جو حضرت خواجہؒ کے مرکز غیاث پور سے جانب جنوب میں متصلاً واقع ہے، اور جہاں کے رہنے والوں کی رہ زنی اور شورہ پشتی کی وجہ سے کچھ عرصہ پہلے سلطان ناصر الدین محمود کے

زمانے میں شہر پناہ دہلی کے دروازے سر شام ہی بند ہو جاتے تھے اور جن کی کئی بار غیاث الدین بلبن کو تادیب کرنی پڑی۔ حضرت خواجہ کے فیوض و برکات اور ان کی تعلیم وتربیت کے اثرات سے ضرور مستفید ہوا ہوگا اور عجب نہیں کہ اتنی بڑی تعداد میں میواتی انہیں کے زمانے میں مسلمان ہوئے ہوں۔(۲۰)

حضرت نظام الدین اولیاؒ دین کی تبلیغ و دعوت اور اشاعت اسلام کے لیے ہمیشہ فکر مند رہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خلفا کو ہندوستان کے مختلف خطوں میں بھیجا، جہاں انہوں نے اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق تبلیغ و اشاعت اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ دہلی، اودھ، پنجاب اور گجرات میں حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ (۶۷۷ھ۔ ۷۵۷ھ) کو بھیجا، جہاں انہوں نے تبلیغ دین کی خدمت انجام دی، بہار، بنگال اور آسام کے اطراف میں شیخ اخی سراج الدینؒ (وفات: ۷۴۳ھ) کو روانہ کیا، جہاں انہوں نے اسلامی تعلیمات کی اشاعت وتبلیغ میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیا۔ اور خواجہ برہان الدین غریبؒ (۶۵۴ھ۔ ۷۳۸ھ) نے دکن کو اپنے فیوض و برکات سے مستفید کیا۔ اور بہ قول خواجہ حسن نظامی، حضرت محبوب الٰہیؒ نے حضرت خواجہ سالار مہینؒ کو اسلام کی دعوت وتبلیغ اور رشد و ہدایت کے لیے چین روانہ کیا، جہاں انہوں نے سلسلۂ نظامیہ قائم کرکے دین کی تبلیغ و اشاعت کی۔(۲۱)

سلسلۂ چشتیہ کے صوفیا جہاں کہیں بھی رہے، اپنے حلقۂ اثر اور آس پاس کی بستیوں میں جا کر، مساوات و اخوت، حسن سلوک اور روحانیت کا ماحول پیدا کر کے بہت سے غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

حضرت شیخ بوعلی قلندرؒ (۶۰۵ھ، ۷۲۴ھ) کو حضرت محبوب الٰہیؒ خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے شرف خلافت حاصل تھا، ان کی کوششوں سے بہت سے غیر مسلم داخل اسلام ہوئے۔

سید صباح الدین عبدالرحمن نے لکھا ہے:

> ”پانی پت کے علاقے میں جو مسلمان راجپوت ہیں، وہ حضرت بوعلی قلندرؒ ہی کے رشد و ہدایت سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ایک ممتاز راجپوت، امیر سنگھ ان کے ہاتھوں پر ایمان لایا، اسی خاندان سے مسلمان راجپوت پھیل کر اسلام کی قوت و بازو بنے“۔(۲۲)

اسلام کی اشاعت میں حضرت سید اشرف جہاں گیر سمنانیؒ کی خدمات بھی لائق صد تحسین ہیں۔ سید صباح الدین عبدالرحمن لکھتے ہیں:

بھنڈ و دآئے جہاں ملک الامراء محمود نے پر جوش خیر مقدم کیا، اسی مقام پر ایک ہندو جوگی سے اشرف جہاں گیر کا مقابلہ ہوا۔ جوگی کو ہوا میں اڑنے کا دعوی تھا، لیکن حضرت اشرف جہاں گیر کی روحانیت سے ایسا مرعوب اور مغلوب ہوا کہ اپنے تمام باطل دعوؤں سے باز آیا۔ اور اپنی ساری مذہبی کتابوں کو جلا کر پانچ ہزار چیلوں کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ اسلام لانے

کے بعد جوگی نے بابا کمال پنڈت کے نام سے شہرت پائی۔بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جوگی سے مقابلہ کچھوچھہ میں ہوا اوراس کی مڑئی میں خانقاہ بنوائی گئی،لیکن لطائف اشرفی میں کچھوچھہ کا نام نہیں آتا۔۔۔(۲۳)

شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے: کہ مسلمانوں کی روحانی تربیت اور تبلیغ واشاعت اسلام میں سلسلۂ چشتیہ کے صوفیائے کرام کی خدمات مسلم ہیں۔اور سلسلۂ چشتیہ کی طرح سلسلۂ سہروردیہ بھی بہت پرانا ہے،لیکن ٹھوس اسلامی کاموں میں سلسلۂ چشتیہ سے سلسلۂ سہروردیہ کا پلہ بھاری ہے۔سہروردی صوفیا چوں کہ ہندوستان کے سیاسی اور ثقافتی مراکز سے دور رہے،علاوہ ازیں چشتیہ کی طرح سہروردی سلسلے کو وہ اہل قلم نہیں ملے جو ان کے کارناموں کو اجاگر کرتے،اس لیے سہروردی سلسلے کو وہ شہرت نہیں ہوسکی جو شہرت سلسلۂ چشتیہ کو نصیب ہوئی۔تاہم مغربی پنجاب،سندھ،بنگال،گجرات اور کشمیر وغیرہ میں سہروردی صوفیا میں شیخ بہاء الدین زکریا سہروردیؒ (۱۱۷۲ء۔۱۲۶۲ء)،شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ (وفات: ۱۳۳۴ء)،حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ (۷۰۷ھ،۷۸۵ھ) اوران کے بھائی سید صدرالدین راجو قتالؒ (وفات: ۸۳۷ھ)،شیخ جلال الدین تبریزیؒ (وفات: ۱۲۶۴ء)،مخدوم لال شہبازؒ (وفات: ۱۲۷۴ء)،شیخ جلال مجرد سلہٹیؒ (وفات: ۱۳۴۰ء) اور امیر کبیر سید ہمدانیؒ (۱۳۱۴ء۔۱۳۸۴ء) اوران کے رفقاءوغیرہم نے دین کی تبلیغ واشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں۔۔۔(۲۴)

شیخ بہاءالدین زکریا سہروردیؒ جن کا روحانی مرکز توجہ زیادہ تر ملتان،سندھ اور بلوچستان کا علاقہ رہا،ان کی اشاعت اسلام کی جدوجہد کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

”انوارغوثیہ میں لکھا ہے کہ حضرت کے وعظ سن کر سندھ،علاقہ ملتان اور لاہور کے اہل ہنود میں سے بے شمار خلقت نے جس میں بہت سے متمول تاجر اور بعض والیان ملک بھی تھے،دین اسلام اختیار کیا اور حضور کے مرید ہوئے“۔۔۔(۲۵)

شیخ اکرام نے لکھا ہے کہ مغربی پنجاب میں ملتان کے بعد اشاعت اسلام کا دوسرا بڑا مرکز اچہ تھا۔اچہ میں اسلام کی اشاعت شیخ برہان الدین زکریا ملتانی سہروردیؒ کے خلیفہ سید جلال الدین بخاریؒ کی کوششوں سے ہوئی،اچہ کا دوسرا نام دیوگڑھ تھا۔یہاں ہندوؤں کی کثرت تھی،جلال الدین بخاریؒ کے آنے سے یہاں اسلام کی رونق بڑھی اوران کی جدوجہد سے اچہ اسلام کا مرکز بن گیا۔۔۔(۲۶)

اچہ کے جس بزرگ نے سید جلال الدین بخاریؒ سے بھی زیادہ شہرت پائی ان کا پورا نام القاب کے ساتھ میر سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت تھا۔آپ کو جہانیاں جہاں گشت اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے شمالی ہندوستان بہار و بنگال کے علاوہ عرب،مصر،شام،عراق،بلخ وبخارا کی سیر کی اوراس دوران چھتیس حج کیے۔اور متعدد بزرگوں سے فیض پایا..... الدرالمنظوم میں بعض جگہ ہے کہ حضرت مخدوم کے ہاتھ پر ہندوؤں کے اسلام لانے کا ذکر ہے۔ایک جگہ گجرات کے ایک راجپوت (مولی الاسلام) کا ذکر ہے جو حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور جسے آپ نے تعلیم دے کر گجرات بھیجا کہ اپنے

گھر والوں اور قوم کو مسلمان کرے۔۔۔(۲۷)

مسٹر آرنلڈ نے بھی لکھا ہے: کہ مخدوم جہانیاں نے گجرات میں اسلام کا کام کیا، حضرت قطب عالم اور حضرت شاہ عالم جن کے مزار احمد آباد گجرات میں مرجع خاص و عام ہیں، آپ کے پوتے اور پڑ پوتے تھے۔۔۔(۲۸)

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے احوال و آثار اور روحانی تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے سید صباح الدین عبد الرحمن لکھتے ہیں:

غیر مسلم خصوصاً ہندو خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ایک عورت مسلمان ہو کر ولیہ ہوگئی۔ تمام رات بیدار رہ کر عبادت کرتی اور اکثر مکہ معظمہ جا کر خانۂ کعبہ کے طواف میں روحانی لذت حاصل کرتی۔ حضرت مخدوم جہانیاں اچہ سے تشریف لاتے تو راستے میں بہت سے غیر مسلم ان کے دست مبارک پر اسلام لاتے۔۔۔(۲۹)

شیخ اکرام نے در منظوم کے حوالے سے لکھا ہے:

جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ پر بہت سے غیر مسلم ایمان لائے، مسٹر آرنلڈ نے لکھا ہے کہ حضرت مخدوم نے گجرات میں اشاعت اسلام کا کام کیا۔ بہاول پور سرکاری گزیٹر میں ہے کہ مغربی پنجاب کے جن آٹھ قبائل کے ہندوؤں نے حضرت مخدوم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، ان میں کھرل کے راجپوتوں کا ایک مشہور بڑا قبیلہ بھی تھا۔۔۔(۳۰)

حضرت مخدوم کی وفات کے بعد آپ کے بھائی راجو قتال نے اچہ اور گجرات میں اسلام کی خدمت انجام دی۔۔۔(۳۱)

سندھ میں اشاعت اسلام کے لیے جد و جہد کرنے والوں میں شیخ بہاء الدین زکریاؒ، مخدوم لال شہباز قلندرؒ (وفات: ۱۲۷۴ء) اور پیر منگو کے اسمائے گرامی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔۔۔(۳۲)

بنگال میں اسلام کی توسیع و اشاعت کے لیے شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے کارناموں کو بھلایا نہیں جاسکتا، آپ جب بنگال میں پہنچے تو ایک طرف جہاں بے شمار بندگان خدا آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تو دوسری طرف بہت سے ہندوؤں نے آپ کے دست حق پر اسلام قبول کیا۔ بنگال میں ایک جگہ ”بندر دیو محل“ کے نام سے مشہور ہے، وہاں ایک بڑے تالاب کے پاس ایک ہندو راجہ نے مندر تعمیر کیا تھا، شیخ جلال الدینؒ نے وہیں قیام کیا اور بہت سے ہندوؤں کو داخل اسلام کیا، شیخ جلال الدین جب آسام کامروپ پہاڑی علاقے میں پہنچے تو وہاں کے غیر مسلم باشندوں نے آپ کے فیوض و برکات سے مذہب اسلام کو قبول کرلیا۔

بنگال میں شیخ سراجؒ، شیخ علاء الدین علاء الحقؒ، حضرت نور قطب عالمؒ (وفات: ۱۴۱۵ء) شیخ جلال الدین مجرد سلہٹیؒ (وفات: ۱۳۴۰ء) بنگال کے عازی اولیاؒ اور شیخ جلال الدین گجراتیؒ (وفات: ۱۴۷۶ء) کی جد و جہد سے بھی اسلام کی اشاعت میں کافی تقویت پہنچی۔۔۔(۳۳)

گجرات میں اسلام کی اشاعت پر توجہ مبذول کرنے والوں میں مخدوم جہانیاںؒ اور ان کے بھائی راجو قتال کے علاوہ سید موسیٰ وراقؒ، مخدوم سید حسین خنک سوارؒ، شیخ حسام الدینؒ، شیخ جمال الدین اچیؒ، حضرت چراغ دہلویؒ اور ان کے مرید شیخ سراج الدینؒ کے اسمائے گرامی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔۔۔(۳۴)

دکن میں طبل عالم سید مظہر ولیؒ (وفات:۱۲۲۵ء) بابا فخر الدین سہروردیؒ، حضرت عبدالقادر ناگوریؒ، خواجہ علاء الدین بن خواجہ شمس الدین بلخیؒ (وفات:۱۵۵۵ء) حضرت حیات قلندر عرف بابا بڈہنؒ، شیخ منتخب الدینؒ، حضرت سید بندہ نواز گیسو درازؒ (۱۳۲۱ء۔۱۴۴۲ء) کے فیضان توجہ سے اسلام کی توسیع واشاعت ہوئی۔۔۔(۳۵)

کشمیر میں اسلام چودھویں صدی کے آغاز میں پہنچا۔ یہاں اسلام حضرت بلبل شاہؒ کے ذریعہ پھیلا۔ بلبل شاہ کے فیض سے کشمیر کا راجہ رنجن دیو کے اہل خانہ اور اس کے امراء داخل اسلام ہوئے۔ بلبل شاہ کے ہاتھ پر اسلام لانے والے غیر مسلموں کی تعداد دس ہزار بتائی جاتی ہے۔ کشمیر میں اسلام کی اشاعت کرنے والی دوسری اہم شخصیت امیر کبیر سید ہمدانیؒ (۱۳۱۴ء۔۱۳۸۴) کی ذات گرامی ہے۔ آپ کے ذریعہ سینتیس ہزار کشمیری دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ امیر کبیر کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے میر محمد ہمدانیؒ نے کشمیر میں اشاعت اسلام کو وسعت بخشی۔۔۔(۳۶)

بہار میں بڑے پیمانے پر رشد و ہدایت اور اشاعت اسلام کا کام حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ (۶۶۱ھ، ۷۸۲) اور ان کے خلفا کے ذریعہ ہوا۔

اسلام کی اشاعت وتبلیغ اور علمی خدمات میں بہار کی سب سے قدیم خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کے کارناموں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اشاعت اسلام کے سلسلے میں ہندوستان و پاکستان کے صوفیائے کرام کی داستان اس وقت تک نا تمام رہے گی، جب تک مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی نور اللہ مرقدہ (۱۵۶۴ء ۱۶۲۴) کی دعوت وتبلیغ، وعظ وتذکیر، روحانی تعلیمات اور تجدیدی کارناموں، اور ان کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ معصوم (وفات:۱۶۶۸ء) (جن کے دست حق پر نولاکھ لوگوں نے توبہ کر کے اسلام سے اپنا رشتہ استوار کیا اور سات ہزار کی تعداد ان کے خلفا کی تھی) کی خدمات جلیلہ پر روشنی نہ ڈالی جائے، اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۷۰۳ء، ۱۷۶۲ء) اور ان کے خاندان کے علمی و دینی اور روحانی کارناموں کو تفصیل سے نہ بیان کیا جائے۔ لیکن ان علمائے عظام کا دینی و علمی اور روحانی خدمات پر اتنا کچھ لکھا جاچکا ہے کہ مزید کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

مذکورہ بالا بیانات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تصوف پر بے عملی اور تعطلی کا الزام عائد کرنا درست نہیں ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرات تابعین رحمہم اللہ کے بعد اسلام کی اشاعت وتبلیغ میں ائمہ کرام، علماء اور مشائخ عظام اور حضرات صوفیا کا کارنامہ اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے۔ البتہ یہاں اس بات کا اظہار بھی ضروری ہے کہ حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ کے عہد زریں

کے بعد جب اسلام میں خارجی اثرات نفوذ کرنے لگے تو تصوف میں غیر اسلامی رجحانات راہ پانے لگے اور اسلام مخالف باتیں اسلام میں داخل ہونے لگیں، ایسے میں محققین صوفیا نے تصوف میں غیر اسلامی چیزوں کے داخل ہونے پر تنقید کی اور غیر اسلامی نظریات کے حامل صوفیا پر زندیق ہونے کا فتوی صادر کر دیا۔

شیخ محی الدین ابن العربی کے بعض افکار ونظرت پر مشہور فقیہ اور صوفی عزالدین بن سلام نے ان پر اعتراض کیا اور ان کو زندیق تک کہہ دیا۔اس کا ذکر علامہ ابن عابدین نے بھی کیا ہے۔ رد المختار (شامی) میں ہے کہ عزالدین بن سلام سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک ''قطب'' کون ہے؟ تو انہوں نے ابن العربی کی طرف اشارہ کیا۔اس پر سوال کرنے والے نے فوراً پوچھا:
انت تطعن فیه فقال: حتی اصون ظاهر الشرع ۔۔۔(۳۸)

آپ ابن العربی پر طعن بھی کرتے ہیں اور انہیں قطب بھی سمجھتے ہیں۔اس پر عزالدین بن سلام نے فرمایا: میں نے انہیں زندیق اس لیے کہا کہ اپنی ظاہری صورت کو بچالوں۔

عملی زندگی میں اتباع شریعت کا نام تصوف ہے اور جو بندۂ خدا اپنی عبادت وریاضت سے اسلام کا اس قدر پابند ہو جائے کہ اس کی ''طبیعت'' شریعت بن جائے، یعنی اس بندۂ خدا سے جو عمل صادر ہو وہ عین شریعت کے مطابق ہو تو ایسے بندۂ خدا کو صوفی کہا جاتا ہے۔لیکن جب اس کے نظریات شریعت کے مخالف اور اس کے اعمال اسلام کے جادۂ مستقیم سے منحرف ہونے لگیں تو اس پر صوفی کا اطلاق نہیں ہوگا۔اس طرح اگر کچھ لوگ اسلام کی راہ مستقیم سے منحرف ہو جائیں ان کو معیار بنا کر حق پرست صوفیا پر اعتراض کرنا صحت مندانداز فکر نہیں ہے۔

مآخذ :

(۱) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ۔۔۔انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر صفحہ:۳۲۵
(۲) ڈاکٹر عبدالرزاق گیلانی، الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ مطبوعہ حزب القادریہ لاہور:۱۵۸
(۳) حوالہ بالا صفحہ:۱۵۸
(۴) حوالہ بالا صفحہ:۱۵۹
(۵) مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ۔۔۔ تاریخ اسلام جلد دوم صفحہ:۶۶۱
(۶) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ۔۔۔اسلامی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر صفحہ:۱۸۰
(۷) مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ۔۔۔ تاریخ اسلام جلد سوم صفحہ:۳۷۰
(۸) حوالہ بالا صفحہ:۳۷۵،۳۷۶
(۹) مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ۔۔۔ تزکیہ واحسان صفحہ:۶۶،۶۷ بہ حوالہ دعوت اسلام از مسٹر آرنلڈ صفحہ:۳۴۰،۳۴۱
(۱۰) حوالہ بالا صفحہ:۶۹،۷۰،۷۱ بہ حوالہ دعوت اسلام صفحہ:۲۵۶

(۱۱) ڈاکٹر عبد الرزاق گیلانی، الشیخ عبد القادر جیلانیؒ صفحہ:۵۹، بہ حوالہ ربانیۃ لارہبانیۃ صفحہ:۱۲۶
(۱۲) حوالہ بالا صفحہ:۱۶۰
(۱۳) حوالہ بالا صفحہ:۱۶۰
(۱۴) شیخ محمد اکرام ـــ آب کوثر صفحہ:۱۹۰،۱۹۱
(۱۵) حوالہ بالا صفحہ:۱۹۲
(۱۶) حوالہ بالا صفحہ:۱۹۲
(۱۷) مولانا ابوالحسن علی ندویؒ ـــ تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم صفحہ:۱۶۶،۱۶۷
(۱۸) سید صباح الدین عبد الرحمن ـــ بزم صوفیہ صفحہ:۱۷۶
(۱۹) شیخ محمد اکرام ـــ آب کوثر صفحہ:۲۲۲
(۲۰) مولانا ابوالحسن علی ندویؒ ـــ تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم صفحہ:۱۶۸،۱۶۹
(۲۱) سید صباح الدین عبد الرحمن ـــ بزم صوفیہ صفحہ:۲۷۷
(۲۲) حوالہ بالا صفحہ:۲۹۴
(۲۳) حوالہ بالا صفحہ:۵۲۸،۵۲۹
(۲۴) شیخ محمد اکرام ـــ آب کوثر صفحہ:۲۹۲/تا۳۱۴
(۲۵) حوالہ بالا صفحہ:۲۵۶،۲۵۷
(۲۶) شیخ محمد اکرام ـــ آب کوثر صفحہ:۲۷۶،۲۷۷
(۲۷) حوالہ بالا صفحہ:۲۷۷اور ۳۸۳
(۲۸) حوالہ بالا صفحہ:۲۸۳
(۲۹) سید صباح الدین عبد الرحمن ـــ بزم صوفیہ صفحہ:۵۰۶
(۳۰) شیخ محمد اکرام ـــ آب کوثر صفحہ:۲۸۳،۲۸۴
(۳۱) حوالہ بالا صفحہ:۲۵۶
(۳۲) حوالہ بالا صفحہ:۲۹۳تا۲۹۵
(۳۳) حوالہ بالا صفحہ:۲۹۷تا۳۲۴
(۳۴) حوالہ بالا صفحہ:۳۲۶تا۳۳۱
(۳۵) حوالہ بالا صفحہ:۳۵۷تا۳۷۴
(۳۶) حوالہ بالا صفحہ:۳۷۴تا۳۸۲
(۳۷) حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ مکتوب خواجہ محمد معصوم سرہندی صفحہ:۱۸
(۳۸) علامہ ابن عابدین ـــ رد المحتار الجزء السادس (مکتبہ زکریا دیوبند) صفحہ:۳۸۰

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

نعتیہ شاعری میں اکابر خانوادۂ قادریہ بدایوں کا امتیاز

● ڈاکٹر ارشاد عالم نعمانی ـــ استاذ مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر، بدایوں وخادم کتب خانہ قادری خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں

نعت گوئی، ایک سچے مومن اور عاشق صادق کا محبوب مشغلہ ہے اور وظیفۂ حیات بھی، لیکن یہ نعمت انہی خوش نصیبوں کا مقدر ہوتی ہے جن پر اللہ رب العزت کا خاص کرم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ہوتی ہے۔ نعت گوئی کی تاریخ میں ایک سے بڑھ کر ایک فیروز مند شخصیات نظر آتی ہیں جنہوں نے نعت گوئی کو اپنا سرمایہ حیات بنایا لیکن بالآخر وہ اس اعتراف پر مجبور ہوئے کہ ؏

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ خود رب قدیر جل جلالہ نے اپنے کلام مقدس میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بیان کی ہے۔ جب خود خالق کائنات اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرما رہا ہے تو بھلا بندے سے نعت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے۔ ہلالی بدایونی مرحوم کا شعر ہے ؎

ہم کیا لکھیں گے نعت رسالت مآب میں
نعت نبی لکھی ہے خدا کی کتاب میں

ہاں! البتہ اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ شغل ذکر حبیب سے اپنے کریم آقا سے ہماری وابستگی، وارفتگی، جذبۂ شوق اور عشق وعقیدت کا اظہار بجا طور پر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشقان رسول، نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے اپنی محبت، عقیدت اور وارفتگی کے اظہار کے لیے نعت گوئی کو اپنا وظیفۂ حیات اور سامان آخرت بناتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر قادری قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

ان کی مدحت سے غرض ہے شعرا کچھ بھی کہیں
شعر گوئی نہ ہنر ہے نہ ہے حرفہ میرا

اکابر خانوادۂ قادریہ بدایوں اپنے اپنے عہد میں علوم ظاہر و باطن کے امام ہونے کے ساتھ شعروسخن کی خداداد صلاحیت سے بھی آراستہ تھے۔ ہر صنف سخن پر قدرت رکھتے تھے، مگر نعت ومناقب سے خصوصی دل چسپی تھی، اکابر خانوادۂ قادریہ نے ہر دور میں نعت گوئی کی دشوار گزار منزلوں کو بڑی خوبصورتی سے طے کیا ہے۔ان کے نعتیہ کلام میں شاعرانہ مذاق اور نکتہ آفرینی کے ساتھ محبت وصداقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ان کے نعتیہ اشعار عشق رسول کی بے مثل چاشنی سے ایک خاص رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ان کی شاعری میں جذبات کی فراوانی، آداب واحترام کا پاس اور صحت روایات کا اہتمام اپنی پوری تابانی کے ساتھ جلوہ فگن نظر آتا ہے۔اکابر قادریہ کا بیشتر کلام زیارتِ مدینہ، بغدادِ معلی، مقاماتِ مقدسہ یا آستانہ ہائے پیرانِ عظام یا اعراس پیرانِ عظام کے مواقع پر جذبات وواردات کی منظوم ترجمانی کے طور پر وجود میں آیا ہے۔ چناں چہ حضرت شاہ عین الحق قدس سرہ سے لے کر اب تک کی یہ روایت رہی کہ سرمایۂ شاعری کو محفوظ کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔جن اکابر کے دواوین محفوظ ہیں اس کی روداد کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ معتقدین کو مختلف نعت خواں حضرات کے پاس جو کلام مل سکا اسے دیوان کی شکل میں مرتب کر دیا گیا۔

اکابر خانوادۂ قادریہ کو جہاں علوم وعرفان کے میدان میں بہت سے امتیازات حاصل ہیں، وہیں نعتیہ شاعری کے میدان میں بھی اکابر خانوادۂ قادریہ کی ایسی خصوصیات سامنے آتی ہیں جو انہیں کا حصہ ہے۔نعت گوئی کے تعلق سے تو اعلیٰ حضرت تاج الفحول محب رسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر قادری قدس سرہ کا ایسا دل چسپ واقعہ مطالعے میں آیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ووارفتگی کا یہ بالکل انوکھا اور نادر واقعہ ہے کہ جب سرزمین بدایوں پہ مردم شماری کرنے والے کارکنان حضرت تاج الفحول کی خدمت میں پہنچے اور پیشہ کے کالم کو پُر کرنے کے لیے آپ سے پیشہ دریافت کیا تو آپ نے بصد افتخار پیشہ نعت خوانی لکھایا۔(نغمہ قدسی اساس مجموعہ نعت ومناقب، از مولانا عبدالہادی قادری بدایونی، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۱ھ حصہ اول، ص:۱۱)

اکابر خانوادۂ قادریہ کی نظر میں نعت نگاری کے اصول وآداب

نعت نگاری کے اصول وآداب اور تنقید نعت کا رجحان موجودہ عہد میں تیزی کے ساتھ عام ہوا ہے، جس میں پاکستان سے سال نامہ ''نعت رنگ'' اور ہندوستان سے ''دبستان نعت'' نے بہت اہم کردار انجام دیے ہیں۔اکابر خانوادۂ قادریہ میں اعلیٰ حضرت تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر قادری قدس سرہ نے سوا صدی قبل نعت نگاری کے اصول وآداب پر روشن نقوش بہارستان منقبت کے مقدمے میں بہت وضاحت سے رقم کیا ہے، جو دیوان تاج الفحول (مطبوعہ تاج الفحول اکیڈمی) کے آغاز میں شامل اشاعت ہے۔

آپ نے اپنی اس تحریر پر تنویر میں نعتیہ اور منقبتیہ شاعری کا جو معیار و میزان پیش کیا ہے، وہ نعت نگاری کے لیے اصل اور بنیاد و اساس کی حیثیت رکھتا ہے، ان اصول پر مختلف زبانوں کی نعتیہ اور منقبتیہ شاعری کو پرکھ کر اس کی قدر و قیمت کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے اپنی اس تحریر میں نعت و مناقب کے لیے جو اصول وضوابط پیش کیے ہیں وہ نعت نگاری میں اکابر بدایوں کے حزم واحتیاط کی واضح تصویر ہیں۔ اس سے اس حقیقت کا بھی ادراک ہوتا ہے کہ نفس موضوع کے ساتھ ساتھ زبان و بیان اور الفاظ ولغات پر حضرت تاج الفحول کی کتنی دقیق نظر تھی اور وہ نعتیہ شاعری میں شرعی اور شعری دونوں اعتبار سے کس معیار کے قائل تھے۔

اپنی اس تحریر میں آپ نے ممدوح و مذموم اشعار کی بھی وضاحت کی ہے، اور ان حضرات کا کھل کر رد فرمایا ہے جو مطلق نظم وشعر کی ممانعت کا دعوی کرتے ہیں۔ اس تحریر میں آپ نے بعض شعرا کے افراط وتفریط کا تنقیدی محاسبہ بھی فرمایا ہے اور واضح کیا ہے کہ مناقب اولیائے کرام میں تنقیص صحابہ واہل بیت یا صحابہ واہل بیت پر اولیا کی تفضیل کسی بھی طرح روا نہیں، اسی طرح مناقب صحابہ واہل بیت میں تنقیص انبیا، یا انبیا پر صحابہ واہل بیت کی تفضیل بہر صورت ناجائز و مذموم عمل ہے۔ اس تحریر میں آپ نے ان حضرات پر اظہار تاسف بھی فرمایا جو مناقب گوئی میں غلو پسند حضرات کے ظاہری علم وفقر سے متاثر ہو کر ان کے خرافات کو کمال معرفت گردانتے ہیں، اور تنقیص و تفضیل کو درست سمجھتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے واضح فرمایا ہے کہ نعت و مدحت رسول میں حضرت جناب حق سبحانہ کی گستاخی اور بے ادبی ہرگز جائز نہیں۔ ایسے اشعار یقینا اصول اسلامی کے خلاف ہیں۔

اس تحریر پر تنویر میں حضرت تاج الفحول نے برملا اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے کہ نعت نگاری میں کوئی بھی ایسا موضوع نظم نہیں کیا جا سکتا جو قرآن وسنت اور روایات متواترہ کے خلاف ہو اور شاعر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ حیرت واستعجاب پیدا کرنے کے لیے یا رونے اور رلانے کے لیے اختراع وافترا کرے اور روایات شاذہ کا سہارا لے کر اس طرح کے مضامین باندھے بلکہ اسے صرف قرآن اور سیرت کی روشنی میں اپنے جذبات واحساسات کو نظم کرنا پڑے گا۔ حضرت تاج الفحول نے صرف اصول نہیں پیش کیا ہے بلکہ اسے برت کر بھی بتایا ہے جس کا اظہار کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

> ”بفضلہ تعالیٰ اس احقر نے وہی فضائل ومعجزات ومناقب وکرامات نظم کیے ہیں جو کتب مشہورہ میں مندرج ہیں اور کسی طرح مخالف اصولِ اسلامی کے نہیں ہو سکتے، جس صاحب کو شک ہو کتب میں دیکھ لے“۔ (دیوان تاج الفحول، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں ۱۹۹۸ء ص: ۵)

مزید لکھتے ہیں:

> ”بفضلہ تعالیٰ فقیر نے حسب اپنے فہم کے کوئی کلمہ اس قسم کا جو مخالف شرع شریف کے ہو، نظم نہیں کیا اور اگر نافہمی

سے سہواً نظم میں آ گیا ہو تو یہ عاجز معترف قصور ہے کہ بشر صدور خطا میں معذور ہے مگر احباب کو وقت پڑھنے کے پھر بھی اس کی اصلاح کرالینا ضرور ہے‘‘۔۔۔(ایضاص: ۴)

اردو کے معروف ادیب و نقاد ڈاکٹر ملک زادہ منظور نے حضرت تاج الفحول کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے اس مقدمے پر شاندار تبصرہ کیا ہے اور اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ:

’’علامہ (تاج الفحول) کے اس مقدمے کو جو انہوں نے بہارستانِ منقبت پر تحریر کیا (ہے)، اگر نعتیہ شاعری کا منشور اعظم اور معیار کامل کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔‘‘ (تاج الفحول نمبر ص: ۳۱۲)

اکابر خانوادۂ قادریہ بدایوں کی نعت نگاری

اکابر خانوادۂ قادریہ بدایوں میں سے یہاں ان شخصیات کا ذکر کیا جارہا ہے جن کا نعتیہ دیوان کسی نہ کسی شکل میں محفوظ ہے یا کسی وجہ سے دیوان محفوظ نہیں رہ سکا مگر نمونہ کلام دستیاب ہے۔ اس لحاظ سے اکابرین خانوادۂ قادریہ میں نعت گوئی کا آغاز خانقاہ قادریہ کے بانی، قطب زماں، افضل العبید حضرت مولانا شاہ عین الحق عبد المجید قادری قدس سرہ سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر شمس بدایونی کی تحقیق کے مطابق:

’’اسلامی ہند کے دورِ اوّل سے مغلوں کے عہد شباب تک بزرگانِ دین کی ایک بڑی جماعت بدایوں میں مسکون نظر آتی ہیں۔ ان میں بعض بزرگ شاعری سے بھی علاقہ رکھتے تھے۔ اور فارسی میں حمد و نعت و متصوفانہ شعر کہا کرتے تھے۔ چند ایک نمونے اس دور کے دستیاب ہیں۔ معروف نام حضرت خواجہ نظام الدین اولیا (۱۲۳۳ء۔ ۱۳۲۴ء) کا ہے۔ اس جماعت میں بعض وہ لوگ بھی شامل ہیں جو فارسی میں ممتاز شاعر کی حیثیت سے معروف ہیں۔ ان میں شیخ شہاب الدین مہمرہَ (ف: ۱۲۸۷ء)، امیر حسن سجزی (ف: ۱۳۳۷ء)، شیخ ضیاء الدین نخشبی (ف: ۱۳۵۰ء)، شیخ محمد معین فائق (ف ۱۷۶۰ء)، اکرام اللہ محشر (ف ۱۸۰۵ء)، شاہ عبد المجید قادری (ف: ۱۸۴۶ء) کے نام ممتاز ہیں، جنہوں نے فارسی میں نعت گوئی کو ایک معیار دیا‘‘۔۔۔(شعرائے بدایوں دربارِ رسول میں: ڈاکٹر شمس بدایونی، ڈان پرنٹنگ پریس، ناظم آباد کراچی، ۱۹۹۷ء، طبع دوم، ص: ۱۷)

شاہ عین الحق عبد المجید قادری کا کوئی دیوان محفوظ نہیں ہے۔ صاحب تذکرۃ الواصلین نے نمونۂ کلام میں درج ذیل شعر نقل کیا ہے ؎

رفت در بیعانہ اش صبر و دل در نیم قرار
سادہ لوحی بیں کہ عشقش را خریدارم ہنوز

۔۔۔(تذکرۃ الواصلین (طبع جدید)، مولانا محمد رضی الدین بسمل بدایونی، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں ۲۰۱۵ء ص: ۲۶۷)

حضرت مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

اکابر خانوادۂ قادریہ میں دوسری اہم شخصیت حضرت سیف اللہ المسلول معین الحق فضل رسول قادری بدایونی (ولادت: ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۸ء، وصال: ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) قدس سرہ کی ہے۔آپ شاعری میں مستؔ اور کبھی یارِ محمدؔ تخلص فرماتے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو میں آپ کے کلام کے نمونے دستیاب ہیں۔معقول ومنقول کی جامعیت، تصوف وسلوک کے احوال و مقامات، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، مشیخت وخدا رسیدگی، احقاق حق و ابطالِ باطل کی شان اور خدمتِ خلق یہ تمام اوصاف اپنے پوری آب وتاب کے ساتھ بیک وقت آپ کی ذات میں نظر آتے ہیں۔۔۔(ابتدائیہ: مولو د منظوم، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں ۲۰۰۹ء ص: ۴)

آپ کا ایک نعتیہ دیوان موسوم بہ ’’مولو د منظوم‘‘ دستیاب ہے۔مولو د منظوم میں شامل کلام سوز وگداز، وارفتگی اور شیفتگی میں ڈوبے ہونے کے علاوہ زبان وبیان اور فن کے اعلیٰ معیار کی نمائندگی کرتا ہے۔بطور نمونہ ایک کلام درج کیا جارہا ہے۔

نمونۂ کلام

ہوئے پیدا محمد نوعِ انساں کو مبارک ہو ❁ نہ تنہا نوعِ انساں جنس امکاں کو مبارک ہو
محمد کی ولادت ہو مبارک دونوں عالم کو ❁ موالیدِ ثلاثہ، چار ارکاں کو مبارک ہو
یہ دورِ داوری دارین کے دارا کا آیا ہے ❁ مدارِ دائرہ، تدویرِ دوراں کو مبارک ہو
بحمد اللہ زمیں پر اب وہ فیاضِ فیوض آیا ❁ رطب یابس، رواں ساکن، یم وکاں کو مبارک ہو
ضلال وکفر کی رونق مٹا دی حق تعالیٰ نے ❁ محمد کی ولادت دین وایماں کو مبارک ہو
بہارِ بے خزانِ خاص لطف حق جو آئی ہے ❁ ثمر اُس کا محبت کے گلستاں کو مبارک ہو
مبارک تشنگوں کو آب، مہجوروں کو ہو وصلت ❁ محمد کی ولادت اہل عصیاں کو مبارک ہو
یہ مجلس ہے جو میلادِ رسول اللہ کی یارب ❁ عدو پر نامبارک ہو محباں کو مبارک ہو
رہے قہر خدا میں جو کہ اس مجلس کا منکر ہے ❁ رضائے حق محمد کے ثنا خواں کو مبارک ہو

مولو د منظوم

حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی کے دستیاب کلام کا مجموعہ ہے، جو نعت ومناقب پر مشتمل ہے۔یہ دیوان پہلی بار ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں مطبع سرکار حیدر آباد سے اشاعت پذیر ہوا۔دوسری مرتبہ یہی مجموعہ باسم ’’مولو د منظوم مع قصائد ۱۳۳۴ھ/۱۶۔۱۹۱۵ء میں مطبع قادری بدایوں سے طبع ہوا۔تیسری بار یہی مجموعہ باسم ’’مولو د منظوم مع انتخاب

نعت ومناقب‘‘ عالم ربانی شیخ اسید الحق محمد عاصم قادری کی ترتیب وتدوین سے تاج الفحول اکیڈمی بدایوں سے ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ یہی نسخہ راقم الحروف کے پیش نظر ہے، ۱۷۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں پہلے حصے میں نعت، دوسرے حصے میں مخمس یہ بھی نعتیہ کلام پر ہی مشتمل ہے۔ تیسرے حصے میں مناقب جس میں پہلے مناقب خلفائے راشدین، اہل بیت اطہار، خواجگان چشت اہل بہشت، اس کے بعد شب قدر، فضیلت صیام، مناجات، التجا کے زیر عنوان کلام شامل ہے۔ چوتھے حصے میں مولود منظوم کے زیر عنوان کلام شامل کتاب ہے۔ اس کا آغاز حمد رب سے ہے، پھر تخلیق روح محمدی، حقیقت محمدی، ظہور محمدی، وسیلۂ آدم، حضرت عبد المطلب کا زمانہ، نور محمدی حضرت عبد اللہ میں، نور محمدی حضرت آمنہ میں، شب ولادت، مقام قیام، سلام، مقام قعود، مسئلۂ قیام، خاتمہ کے زیر عنوان مولود مبارک کا تفصیلی منظوم بیان شامل ہے۔ پانچویں حصے میں فارسی کلام کا انتخاب ہے جو نعت و مناقب پر مشتمل ہے۔ مرتب کتاب کے مطابق:

’’مولود منظوم کے ساتھ نعتوں کا انتخاب کس نے کیا یہ تو معلوم نہیں لیکن نعتوں کے انتخاب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ زیادہ تر نعتیں ولادت باسعادت، شب ولادت، محفل میلاد اور اس کے لوازم سے متعلق ہیں۔ مناقب میں خلفائے راشدین، امام حسین مجتبیٰ اور خواجگان چشت کی شان میں مناقب شامل ہیں‘‘۔

مزید لکھتے ہیں:

’’محافل میلاد میں پڑھنے کے لیے بیان ولادت کو نظم کرنے کا رجحان عربی میں صدیوں سے چلا آرہا ہے، غالباً وہیں سے فارسی کے راستے یا براہ راست اردو میں آیا، چنانچہ اردو میں ’’میلاد نامے‘‘، اور ’’مولود‘‘ لکھنے کی روایت رہی ہے، حضرت نے بھی اردو میں ایک طویل میلاد نامہ نظم فرمایا ہے، جو چار سو سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے، اس میں نور محمدی کی تخلیق سے لے کر آپ کی ولادت باسعادت اور اس سلسلہ میں آیات الٰہی کے ظہور تک بڑی روانی کے ساتھ واقعات نظم کر دیے ہیں، احقاق حق اور ابطال باطل حضرت کا خاص میدان ہے، اس لیے اس میلاد نامے میں بھی کئی اہم اعتقادی مباحث آ گئے ہیں، ابتدا میں صوفیا کے مذاق کے مطابق حقیقت محمدیہ پر بھی بحث کی ہے۔‘‘—(ابتدائیہ مولود منظوم مع انتخاب نعت ومناقب، ص:۸)

حضرت مولانا فیض احمد بدایونی

اکابر خانوادۂ قادریہ میں ایک نامور شخصیت فاضل دہر حضرت مولانا فیض احمد بدایونی (ولادت: ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء، وصال: مفقود الخبر) رحمہ اللہ کی ہے۔ آپ سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول قادری کے بھانجے، بحر العلوم مولانا محمد علی بدایونی کے پوتے، حکیم غلام احمد کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اپنے عہد کے نامور عالم اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے قائدین میں سے تھے۔ سر ولیم میور صاحب لفٹنٹ گورنر صوبہ آگرہ واودھ کے استاذ اور سررشتہ دار تھے۔ ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی اور مولانا سید

احمد اللہ شاہ مدراسی سے خصوصی روابط تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف قائد انقلاب، امام الحکمۃ والکلام علامہ فضل حق خیر آبادی کے فتوی جہاد پر آپ نے بھی دستخط کیے۔ اور متعدد محاذ پر آپ نے انگریزوں کے خلاف جنگ میں عملی طور پر حصہ لیا۔ معرکہ ۱۸۵۷ء کے بعد آپ کو بہت تلاش کیا گیا لیکن آپ کا کہیں سراغ نہیں ملا۔ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ساتھ خوش فکر شاعر تھے۔ عربی زبان وادب پر ملکہ تھا۔ کلام میں حسن فصاحت اور رنگ بلاغت دونوں موجود ہیں۔ سلاست، روانی کلام کی خصوصیات ہیں۔ شاعری میں رسؔوا تخلص فرماتے تھے۔ عربی، فارسی، اردو ہر سہ زبان میں نظم ونثر پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ آپ کا کلام اردو، فارسی اور عربی تینوں میں موجود ہے۔ ابتداء بہاریہ شاعری کی طرف توجہ دی، پھر مناقب تک محدود کر لیا، راقم کا خیال ہے کہ آپ نے نعتیہ کلام بھی کہے ہوں گے لیکن آپ کی بیشتر تصانیف اور دواوین ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں تلف ہو گئیں، جس میں آپ کا نعتیہ سرمایہ بھی تلف ہو گیا ہو گا۔ مناقب البتہ محفوظ ہیں اور دستیاب بھی۔

ہدیہ قادریہ

یہ مولانا فیض احمد بدایونی کے عربی نظم ونثر کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک ہزار ایک سو گیارہ عربی اشعار غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی منقبت میں ہیں۔ فارسی میں پانچ قصیدے بھی حضور غوث اعظم کے مناقب میں ہدیہ قادریہ میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ایک ہزار ایک سو گیارہ عربی فقرے ہیں جو آپ کے عربی زبان وادب میں عبور پر شاہد ہیں۔ حضرت مولانا شاہ مطیع الرسول عبد المقتدر قادری کے مقدمے اور حاشیہ کے ساتھ مطبع نسیم سحر بدایوں سے ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔ یہاں نمونۂ کلام کے طور پر فارسی اور عربی میں مناقب غوث اعظم کے کچھ اشعار درج کیے جا رہے ہیں۔ اگر چہ یہاں اس کا محل نہیں ہے لیکن ان مناقب کے مطالعہ سے شاعر کے وفور شوق اور جذبۂ دل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اگر نعتیہ کلام دستیاب ہوتا تو وہ ذخیرہ نعت میں قیمتی سرمایہ ہوتا۔

نمونۂ کلام (فارسی)

شدم بدام غم ورنج مبتلا یا غوث ۞ ترحمی کن وزیں دام کن رہا یا غوث

گرنہ عرض کنم بر تو درد دل چہ کنم ۞ ز آستانۂ عالی روم کجا یا غوث

چرا بحضرت تو عرض مدعا نہ کنم ۞ تو بادشاہ شاہانی ومن گدا یا غوث

توئی کہ نام تو ہر لحظہ ورد من باشد ۞ نہار ولیل و بہر صبح ہر مسا یا غوث

ز ذات پاک تو در ہر بلا مدد خواہم ۞ ترا بخوانم و ہر دم کنم ندا یا غوث

زمانہ دفتر صبر و قرار ابتر کرد ۞ نگاہ لطف باحوال زار ما یا غوث

بحضرت تو ہمیں عرض می کند رسؔوا
ز دست فتنۂ تو داری نگہ مرا یا غوث

نمونۂ کلام (عربی)

یا غوثنا یا غوثنا، یا غوثنا یا غوثنا ۞ یا غوثنا امدد بنا، امدد بنا یا غوثنا
إنا ضللنا فاهدنا، انا حرمنا اعطنا ۞ إنا عطشنا فاسقنا، یا غوثنا یا غوثنا
فی نهرهمّ هائلٍ فی بحر غم قاتلٍ ۞ إنا غرقنا کلنا، قم نجّنا یا غوثنا
یا من برحمٰن خلا فی لیلة ذات الدجی ۞ فی رکعتی نفل تلا ماقد اتی یا غوثنا
أعطیتنا ایماننا أولیتنا إحساننا ۞ علّمتنا برهاننا، یا غوثنا یا غوثنا
بارك لنا فی باعنا، فی مدّنا فی صاعنا ۞ فی جملة وضاعنا، یا غوثنا یا غوثنا
عجّل لنا حاجاتنا، أحسن لنا عاداتنا ۞ یا غوثنا یا غوثنا، یا غوثنا یا غوثنا
حصّل لنا مقصودنا، أوصل لنا مفقودنا ۞ ها انت یا محمودنا، یا غوثنا یا غوثنا
فی الدهر کن جارالنا، فی القبر ستارالنا ۞ فی الحشر غفّارا لنا، یا غوثنا یا غوثنا

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی

تیسری اہم شخصیت اعلیٰ حضرت تاج الفحول محب رسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی (ولادت ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء، وصال: ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) قدس سرہ کی ہے۔ آپ کی شخصیت اپنے عہد میں مرجع علما تھی۔ آپ کی تحریر و تصنیف حرفِ آخر کا درجہ رکھتی تھی۔ معاصرین نے آپ کو امام اہل سنت اور معیار سنیت قرار دیا۔ نعت گوئی کے تعلق سے آپ کے اعتقاد اور حزم واحتیاط کو ماقبل میں متعدد مثالوں سے پیش کیا جا چکا ہے۔ آپ کا نعوت ومناقب پر مشتمل کلام ''دیوان تاج الفحول'' کے نام سے تاج الفحول اکیڈمی کے زیر اہتمام ۱۹۹۸ء میں شائع ہو چکا ہے، جو اس وقت راقم کے پیش نظر ہے۔ یہاں بطور نمونہ آپ کی ایک نعت کے کچھ اشعار درج کیے جا رہے ہیں ۔

نمونۂ کلام

قافلے جب کہ مدینے کی طرف جاتے ہیں ۞ اپنی محرومی پہ ہم روتے ہیں شرماتے ہیں
رات دن رکھتے ہیں ہم دل میں تمنا اپنے ۞ ہم سے محتاجوں کو کب دیکھئے بلواتے ہیں
گرچہ سامان نہیں ظاہر میں مہیّا لیکن ۞ عاجزوں کی وہ مدد غیب سے فرماتے ہیں
طاقت ضبط نہیں میں تو چلا بسم اللہ ۞ نفس وشیطاں مجھے کید سے بہکاتے ہیں
لو مبارک یہ شہنشاہ کا روضہ آیا ۞ عرش سے جس کی زیارت کو ملک آتے ہیں
ہے یہ دربارِ گہربارِ حبیبِ رحماں ۞ فیض اِس در سے سبھی جنّ و بشر پاتے ہیں

کیا ہی شاہنشہِ دیں کا ہے جلالی دربار ۞ بادشاہان جہاں رعب سے تھرّاتے ہیں
خواب میں کاش مجھے دولت دیدار ملے ۞ چاہتے ہیں جسے دیدار وہ دکھلاتے ہیں
گرچہ اعمال فقیرؔ اپنے برے ہیں لیکن
شکر ہے سگ اسی دربار کے کہلاتے ہیں

دیوان تاج الفحول

یہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی قدس سرہ کے کئی دواوین کا مجموعہ ہے۔ اس میں شامل دواوین کی تفصیلات حسبِ ذیل ہیں، یہ سارے نام تاریخی ہیں جن سے سنہ تصنیف کا استخراج ہوتا ہے:

(۱) حضور حبیب دارین (۱۳۰۱ھ) اس میں وہ نعتیں شامل ہیں جو آپ نے حاضری حرمین شریفین کے دوران نظم فرمائیں۔

(۲) منقبت اہل بیت کرام (۱۳۰۱ھ)

(۳) گنج مناقب قادریہ چشتیہ (۱۳۰۱ھ)

(۴) باز یافت: اس حصہ میں وہ نعتیں شامل ہیں جو ۱۹۹۸ء تک غیر مطبوعہ تھیں۔ ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء میں تاج الفحول اکیڈمی کے ذریعے پہلی بار اشاعت پذیر ہوئیں۔

(۵) دیوان فارسی ''منقبت ماہِ دین محبوب سبحانی'' (۱۳۱۳ھ)

(۶) دیوان منقبت سید الافراد جناب محبوب سبحانی (۱۲۹۹ھ)

(۷) دیوان ثانی در مدح اکمل الاولیا جناب محبوب سبحانی (۱۳۰۳ھ)

اخیر میں مثنوی از شیخ المشائخ حضرتِ اقدس شاہ عاشق الرسول محمد عبد القدیر قادری بدایونی قدس سرہ بھی شامل ہے۔ دیوانِ تاج الفحول ۱۸۶/ صفحات پر مشتمل ہے۔

حضرت شاہ مطیع الرسول محمد عبد المقتدر قادری

اکابر بدایوں میں چوتھی اہم شخصیت سرکار صاحب الاقتدار حضرت شاہ مطیع الرسول محمد عبد المقتدر قادری (ولادت: ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء، وصال: ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۵ء) قدس سرہ کی ہے۔ ان کی شخصیت عشق و اطاعت رسول کا خیر القرونی نمونہ تھی، آپ اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ عشق و اطاعت نبوی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سچی عقیدت و محبت کا نتیجہ ہے کہ آپ کا وصال فجر کی نماز میں عین حالت سجدہ میں ہوا۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں یکتائے روزگار تھے۔ ایک مرتبہ علی گڑھ میں مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی مجلس میں دوسرے اہل علم کے علاوہ مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی (نواب

صدر یار جنگ بہادر) بھی موجود تھے، بات اسلاف کی عبادات اور جذبۂ اطاعت پر ہو رہی تھی، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے فرمایا کہ خیر القرون کا حال کتابوں میں پڑھا ہے، آنکھوں سے دیکھنا ہو تو بدایوں جاؤ اور حضرت مطیع الرسول عبد المقتدر قادری کو دیکھو۔ نواب صاحب نے حاضری دی اور بعد میں مولانا کو مطلع کیا، جیسا آپ نے بتایا تھا ویسا ہی میں نے پایا۔''

مفتی صدیق احمد قادری اور مولوی یعقوب بخش قادری کا بیان ہے کہ ہم دونوں شمائل ترمذی پڑھتے تھے، جو پڑھتے تھے وہ سرکار (مقتدر) کی صورت میں دیکھتے جاتے تھے۔ ہم نے پڑھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیراہن مبارک میں گریبان میں اوپر کی گھنڈی کھلی رہتی تھی، تو گردن اٹھا کر ان کا گریبان دیکھا، گھنڈی کھلی ہوئی تھی۔ سرکار نے اپنی طرف دیکھنے پر فرمایا' میری صورت کیا دیکھتے ہو، کتاب پڑھو، اس پر نگاہ جمائے رکھو، اس واقعہ کا درمیانی راوی کوئی نہیں ہے، جن پر اتباعِ نبوی ظاہر ہوا، انہوں نے خود ہی سنایا ہے''۔۔۔(احوال ومقامات، مولانا عبد الہادی قادری، تاج الفحول اکیڈمی ۲۰۰۹ء ص: ۱۹)

آپ سخن گوئی، سخن فہمی اور نکتہ رسی کی خداداد صلاحیت سے آراستہ تھے۔ شاعری کا لطیف ذوق رکھتے تھے اور شاعر گر بھی تھے۔ آپ نے مفتی لطف بدایونی کی شکل میں اکلوتا شاگرد یادگار چھوڑا، جن کی عظمت شاعری کا بڑے بڑوں نے اعتراف کیا ہے۔ مفتی لطفؔ بدایونی شعرائے آستانۂ قادریہ میں ایک بلند پایہ شاعر گزرے ہیں۔ جن کی تعلیم و تربیت کے ساتھ پورے ایک سال ایسی مشق سخن کرائی گئی کہ آج وہ ہندوستان گیر شہرت کے بہاریہ اور نعتیہ شاعر میں شمار ہوتے ہیں۔ سرکار صاحب الاقتدار کی بارگاہ میں مفتی لطف بدایونی کے مشق سخن کی دل چسپ روداد ان کے شاگرد مولانا عبد الہادی قادری کی زبانی درج کی جارہی ہے، جس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سرکار صاحب الاقتدار کا ذوق سخن کس قدر بلند تھا۔ اگر ان کا کلام محفوظ ہوتا تو یقیناً آج نعتیہ شاعری کا بہت بڑا سرمایہ ہوتا۔ مولانا عبد الہادی قادری مفتی لطف کے مشق سخن کی داستان خود انہی کی زبانی لکھتے ہیں:

''استاذ نے شعر کہنے کا حکم دیا، روز طرح دی جاتی، شعر کہنے کی ہدایت فرمائی جاتی، طرح میں مصرع کم دیا جاتا، اکثر قافیہ دیا جاتا، ردیف اور بحر کا انتخاب ہمیں خود کرنا پڑتا۔ ہم دن بھر فکر سخن کرتے عشا کے بعد جب وہ زنانے مکان تشریف لے جاتے تو ہم دروازے تک ساتھ جاتے اور کاغذ ان کے ہاتھ میں پکڑا دیتے۔ فجر کے بعد پھر ساتھ جاتے تو دروازے میں تخت پر بیٹھ کر ہماری غزل ہمارے ہاتھ میں دی جاتی جو اصلاحات سے پُر ہوتی۔ ہم پڑھ چکتے تو پوچھا جاتا یہ ترمیم کیوں کیوں کی گئی؟ یہ لفظ کیوں بدلا گیا؟ اس تقدیم و تاخیر کی وجہ کیا ہے؟ ہم جوابات دیتے تو فرماتے سمجھ گئے۔ پھر غزل ہم سے مانگ کر چاک کر دیا جاتا۔ آج کے لیے تازہ طرح مل جاتی اور ہم پھر دن بھر فکر سخن میں مبتلا رہتے۔

روزانہ طرح دینے، رات کو ہماری دن بھر کی کاوش ساتھ لے جانے، صبح ترمیمات دکھانے اور باریکیاں سمجھا کر غزل چاک کر دینے کا یہ سلسلہ پورے سال بھر جاری رہا۔ اب اصلاح اکثر نہ ہوتی، ایک آدھ لفظ کا الٹ پھیر ہوتا، وہ بھی

کبھی کبھی، مگر غزل ہمیں واپس نہ ملتی، اور چاک کر دی جاتی۔ اب ہمیں کوفت ہونے لگی کہ اگر ہماری غزلیں جمع ہوتیں تو ہم صاحب دیوان ہو چکے ہوتے۔ تین سو ساٹھ غزلیں تو ہوتیں ہی۔ دو غزلے سہ غزلے کا شمار نہیں۔ آخر ایک روز جب انہوں نے چاک کرنے کے لیے کاغذ مانگا تو ہم نے ہمت کر کے ہاتھ کھینچ لیا اور صاف کہہ دیا اب ہم غزل پھاڑنے نہیں دیں گے۔

سال بھر کی اس گھسائی کے بعد کہیں ہماری بیاض بن پائی۔ اس کے بعد پھر کوئی غزل چاک نہیں کی گئی۔ کئی مہینے گزر گئے۔ ہماری بیاض میں بہت سی غزلیں جمع ہوگئیں۔ آخر ایک روز جمعہ کی نماز کے بعد جب مدرسہ قادریہ میں سب بیٹھے اور شعر و شاعری کا دور شروع ہوا تو استاذ نے پہلی بار مجھ سے فرمایا" اکرام احمد آج تم کچھ سناؤ۔" ہمارا سینہ مارے خوشی کے اتنا (اشارہ کرتے ہوئے) بڑا ہو گیا۔ کہ آج استاذ نے اس قابل سمجھا کہ ان بزرگوں کے سامنے ہمیں شعر پڑھنے کا موقع دیا۔

ہم نے بیاض نکال کر جلدی جلدی ورق الٹنے شروع کیے تا کہ ایسی غزل کا انتخاب کریں جس سے ہمارا مرتبہ قائم ہو جائے اور ایک بانکی غزل شروع کی تو استاذ نے روک دیا۔ یہ نہیں وہ غزل سناؤ (جسے ہم نے ان سے چھین لیا تھا) اب جو ہم وہ غزل نکالتے ہیں تو اپنی نگاہ، میں ہی نہیں جچتی۔ بڑی چہ کنم میں رہے، کچھ سوجھا ہی نہیں جھٹ سے وہ صفحہ پھاڑ پرزہ پرزہ کر دیا تو استاذ نے مسکرا کر فرمایا" جب ہم پھاڑتے تھے تو ہاتھ کھینچ لیا تھا اب خود پھاڑ پھینکی۔"

——(استاذ الاساتذہ مفتی اکرام احمد لطف بدایونی کی حیات اور شاعری ایک جائزہ۔ از قلم مولانا عبد الہادی قادری، مشمولہ مفتی لطف بدایونی: شخصیت اور شاعری (مع انتخاب کلام) ترتیب و تقدیم مولانا اسید الحق قادری، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں ۲۰۱۰ء ص: ۱۷،۱۸)

سرکار مقتدر قدس سرہ کا کوئی دیوان دستیاب نہیں لیکن چند متفرق کلام محفوظ ہیں۔ حضور سیف اللہ المسلول کے عرس ۱۲۹۸ھ کی روداد"بہار بے خزاں ہدایت" کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ اس میں سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی ایک منقبت شامل ہے۔ نمونہ کلام کے طور پر یہاں ہم اس کے چند اشعار درج کرتے ہیں۔

نمونۂ کلام

مبارک تشنگاں بارانِ فیض کردگار آیا ۞ عجب انداز سے دھوتا ہوا دل کا غبار آیا
نہ کیوں کر بلبلانِ مست، نعرے وجد سے ماریں ۞ گیا موسم خزاں کا موسمِ جوشِ بہار آیا
تحیر تھا مجھے یہ دھوم کیا ہے کس کی مجلس ہے ۞ بدایوں کس کے باعث فخر امصار و دیار آیا

یہی حیرت تھی مجھ کو ناگہاں ہاتف نے فرمایا ❁ بفضل رب زمان عرس شاہ باوقار آیا
وہ یعنی حضرت فضل رسول پاک جن کا فضل ❁ خدا کے فضل سے کالشمس فی نصف النہار آیا
وہ بحر فیض حق جاری ہوا حضرت کے ہاتھوں سے ❁ کہ جس سے اہلِ حق کا نخل مقصد پُرثمار آیا
مدینہ سے، نجف سے کربلا، بغداد سے چل کر ❁ بدایوں میں رہِ مارہرہ سے یہ جوئے بار آیا
وہ محو جان وشان غوث اعظم تھے زمانہ میں ❁ زمانہ کو بھی ان کے نام سے ہے افتخار آیا
عیاں چہرے سے ہے شان جلال قادری ان کے ❁ جلو میں ان کے کیا جاہ وجلال واقتدار آیا
عجب دربار ہے پُرفیض بے مانگے ملا سب کچھ ❁ کوئی سائل کسی شی کا یہاں گر خواستگار آیا

غنی کر دو فقیر مقتدرؔ کو اپنی قدرت سے
درِ دولت پہ عبدالمقتدر با افتقار آیا

—(احوال ومقامات حاشیہ ص: ۳۰ و ۳۱)

حضرت مولانا شاہ عاشق الرسول محمد عبدالقدیر قادری

اکابر بدایوں میں پانچویں اہم شخصیت مفتی اعظم حیدرآباد حضرت مولانا شاہ عاشق الرسول محمد عبدالقدیر قادری (ولادت: ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء، ۷۹ ۱۳ھ/ ۱۹۶۰ء) قدس سرہ کی ہے۔ آپ شاعری میں قدرؔ یا قدیرؔ تخلص فرماتے تھے۔ آپ کی علمی عبقریت کے لیے بس یہ ذکر کافی ہے کہ آپ میر عثمان علی خان کے عہد سلطنت میں ریاست حیدرآباد کے ہائی کورٹ میں مفتی اعظم کے عظیم منصب پر ۱۹۳۶ء سے لے کر سقوط حیدرآباد تک فائز رہے۔ آپ کی بین الاقوامی شہرت کے لیے یہ ذکر کافی ہے کہ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء میں علمائے حرمین شریفین نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ آپ کے اعزاز واکرام کی محافل سجائیں۔ آپ کو یہ اختصاص بھی حاصل ہے کہ عرب کے شاہ حسین بن علی الہاشمی کے اصرار پر آپ نے مسجد حرام میں نماز جمعہ کی امامت فرمائی اور مدینہ منورہ کی حاضری میں مسجد نبوی میں بھی اور بیت المقدس کی حاضری میں مفتی اعظم فلسطین کی خواہش پر مسجد اقصیٰ میں بھی نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔

حضرت عاشق الرسول نے بہت زیادہ شاعری نہیں کی مگر آپ کا جتنا بھی کلام ملتا ہے، اس سے آپ کی زبان پر قدرت، نازک خیالی، فن شعر وسخن سے مکمل واقفیت اور اعلیٰ فکر کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کا ابتدائی کلام ماہنامہ شمس العلوم، بدایوں میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ درگاہ قادری کے نعت خوانوں کے پاس متفرق تھا۔ عالم ربانی شیخ اسید الحق محمد عاصم قادری آپ کے دستیاب کلام مثنوی غوثیہ کے ابتدائیہ میں شعر وسخن سے آپ کی دل چسپی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عاشق الرسول نے جس ماحول اور جس عہد میں آنکھ کھولی وہاں ہر طرف شعر وسخن کا چرچا تھا۔ خود حضرت عاشق الرسول کے گھر میں عربی، فارسی اور اردو کے صاحب طرز شعرا موجود تھے۔ بدایوں تو اس وقت اساتذۂ سخن کی انجمن بنا ہوا تھا۔ آپ کے اساتذہ میں بھی اصحاب سخن کی کمی نہیں تھی۔ درگاہ قادری میں حضرت تاج الفحول کے عرس کے موقع پر حضرت احسن مارہروی اور حضرت مولانا عبد الماجد منظورؔ بدایونی کی زیر نگرانی مقامی و بیرونی شعرا اپنا تازہ کلام سنایا کرتے تھے۔ اس ادبی اور شعری ماحول میں آپ کی نشو ونما ہوئی۔ ذہانت، شعری ذوق اور موزوں طبیعت آپ نے وراثت میں پائی تھی۔ عربی، فارسی اور اردو کے ہزاروں شعر آپ کی نوک زبان پر تھے، جن کے برمحل اور باموقع استعمال پر آپ کو قدرت حاصل تھی‘‘۔—(ابتدائیہ مشمولہ مثنوی غوثیہ، ص:۳۱)

نمونۂ کلام

نور حق آ گیا آئینۂ وحدت بن کر ❁ چمکی تقدیر جہاں عالم کثرت بن کر
ہو گئے شاہ، گدائے در دولت بن کر ❁ باڑے بانٹا کئے سب تیری بدولت بن کر
سب رسولوں کو ہدایت کی سند دی تم نے ❁ سب کے محضر میں رہے مہر نبوت بن کر
اُن پہ مٹ جائیں گنہ گار تو زندہ ہو جائیں ❁ جان پروانہ بنے شمع ہدایت بن کر
دور گردش ہو جو خورشید کو مل جائے بقیع ❁ بیٹھ جائے کہیں شمع سر تربت بن کر
کلمہ پڑھنے لگا ابروئے شہ مہ نور ❁ دی گواہی کبھی انگشت شہادت بن کر
اُن کی طلعت سے وہ ذرہ کا ستارا چمکا ❁ مہر محشر بھی رہا دیدۂ حیرت بن کر
اپنی نظروں سے گرا آپ تو عزت یہ ملی ❁ پائی آغوش کرم اشکِ ندامت بن کر
شور ہے عالم بالا میں مچی ہیں دھومیں ❁ نکلے قدسی سحر عید ولادت بن کر

عید میلاد میں اے قدرؔ ملے گی عیدی
عرش سے آئے گی پروانۂ عزت بن کر

....

دید اک حقیقت تھی ہجر اک فسانہ تھا
ہم تھے جب مدینے میں وہ بھی کیا زمانہ تھا
یاد ہے فقط اتنا ہم تھے اور سجدے تھے
آگے بے خودی جانے کس کا آستانہ تھا

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

—(جاری)

مولانا سید عبد الرؤف ندوی کے خودنوشت حالات

● مولانا طلحہ نعمت ندوی ــــ استھاواں، بہار شریف

مولانا سید عبد الرؤف اورنگ آبادی ندوی معروف عالم اور اہل قلم تھے، بالخصوص صوبہ بہار کے علمی حلقہ میں وہ اپنے دور میں ایک شناخت رکھتے تھے، ان کے دو صاحبزادے نامور ہوئے، ایک مشہور ادیب پروفیسر عبد المغنی تھے، دوسرے اردو کے معروف فاضل مظفر اقبال صاحب تھے، دونوں مصنف تھے، تیسرے صاحبزادے حافظ وعالم وقاری مولانا عبد الغنی تھے جو مدرسہ اسلامیہ اورنگ آباد کے استاد تھے۔ مولانا نے اپنے علاقہ میں رہ کر بھی علم وتحقیق سے اپنا تعلق قائم رکھا، اور معارف وندیم جیسے رسائل میں مستقل تاریخی اور علمی مضامین لکھتے رہے جو آج بھی بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ مولانا نے اپنے شہر اورنگ آباد کی تاریخ بھی لکھی ہے جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے، ایک مضمون اورنگ آباد کے تاریخی حالات کے عنوان سے ماہنامہ معاصر پٹنہ میں شائع ہوا تھا، مولانا کی یہ خودنوشت اسی تاریخ اورنگ آباد کا حصہ ہے۔ مولانا موقر علمی رسائل میں مستقل مضامین لکھتے رہے، معارف اور ندیم گیا میں ان کے علمی اور تاریخی مضامین مستقل شائع ہوتے رہے، المجیب (پھلواری) سے بھی ان کا رشتہ مضبوط رہا، جیسا کہ اس مضمون سے معلوم ہوگا۔ فصیح الدین بلخی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ مولانا جس مقام ومرتبہ کے مالک تھے اس حیثیت سے ان کا تعارف نہیں ہوسکا۔ مولانا نے ۲۵/دسمبر ۱۹۷۶ء کو اورنگ آباد ہی میں وفات پائی۔ ذیل میں ان کی لکھی گئی تحریر پیش خدمت ہے۔

خودنوشت سوانح عمری بعنوان حیات مستعار

بندہ ہیچ مداں کو بایں ہمہ کم علمی وبے ہنری سوانح حیات قلمبند کرنے کا شوق دامن گیر ہوا، تاکہ اخلاف کو عبرت وبصیرت ہو۔

ولادت وسنہ ولادت

اورنگ آباد نیا قاضی میں اپنے آبائی جدی مکان میں ملکہ وکٹوریہ کے عہد حکومت ۱۸۹۶ء رمضان المبارک میں ولادت ہوئی۔

سلسلہ نسب جدی و پدری

بواسطہ شیخ الاسلام سید فخر الاسلام ابن سید شاہ حسین نیشا پوری امام حسن تک اس طرح پر منتہی ہوتا ہے۔

سید عبد الرؤوف ابن سید عبد الغفور ابن مولانا سید قاضی سید شاہ رجب علی الحسنی والحسینی ابن سید شاہ امام بخش بن شاہ عطاء اللہ بن شاہ صمد بن شاہ فیروز بن شاہ سالم بن شاہ قاسم بن شاہ ناصر عرف نصیر بن شاہ بہاء الدین ثانی فخر الاسلام بن سید شاہ حسین ثانی نیشا پوری بن شاہ عبد الواحد بن شاہ عبد اللہ بن شاہ جعفر بن حضرت امام تقی بن امام علی رضا بن امام موسی کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام الحسین بن فاطمۃ الزہرا بنت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سلسلہ نسب جد فاسد یعنی سلسلہ مادری

بواسطہ قاضی شاہ ابو القاسم قاضی پرگنات دادر، گوہ ومنورہ اور بواسطہ قاضی القضاۃ حضرت مولانا شاہ صدر الدین صوفی کابری ذی النورین حضرت عثمان تک اس طرح پہنچتا ہے۔

حمیدہ بنت بندہ علی بن قطب علی بن خیرات علی بن غلام علی بن محمد امیر صوفی بن نور محمد بن قاضی عنایت اللہ بن قاضی فیض اللہ بن قاضی شاہ ابو القاسم بن قاضی شاہ بایزید بن قاضی القضاۃ حضرت مولانا شاہ صدر الدین صوفی خلیفہ حضرت مخدوم الملک بہار شریف بن شاہ عطاء اللہ بن مولانا شاہ فتح اللہ فاضل بن شاہ خلیل سیاح بن شاہ قمر الدین جیلی بن شاہ عبد اللہ بن عباد اللہ بن شاہ غلام احمد بن شاہ یعقوب نوری جیلی بن اسحاق دانشمند بن حضرت قادر دیوی؟ بن شاہ زکریا بغدادی بن شاہ حاجی سلیمان بن شاہ یوسف بن حضرت نوح ؟؟ بن شاہ ادریس بن قطب الاقطاب گنج ہارون بن عارف باللہ حضرت شیخ عبد اللہ اصغر بن امیر المومنین ذو النورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تعالی عنہم۔

تعلیمات فارسی وعربی اور اساتذہ کرام

مولوی حافظ معین الدین صاحب سہسرامی سے بسم اللہ خوانی، اور مولوی سید روشن علی صاحب آستانہ کٹمبہ مدرس مدرسہ قدیمیہ اورنگ آباد سے ابجد خوانی، مولوی شاہ عبد الرب صاحب صوفی نومسلم مدرس مدرسہ قدیمیہ اورنگ آباد سے اردو اور حساب کتاب۔

حفظ قرآن پاک کا آغاز حافظ معتبر صاحب تاجر اورنگ آباد (سے ہوا) اور ان کے استاد حافظ انوار محمد صاحب نابینا سہسرامی سے سورہ بقرہ حفظ کیا، اور مستقل حافظ امیر علی خاں صاحب سہسرامی سے حفظ قرآن کا درس لے کر ۱۹۱۳ء میں تکمیل کر کے پہلا ختم حافظ صاحب کی موجودگی میں جامع مسجد اورنگ آباد میں پڑھا اور پھر اسی رمضان میں دوسرا ختم حافظ معتبر صاحب موصوف کی موجودگی میں بزرگوں کے اصرار پر اپنے گھر پر سنایا—(۱)

حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد حضرت الاستاد مولانا سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری داودنگری فاضل مدرسہ عالیہ کلکتہ اور

فاضل دارالعلوم دیوبند سے فارسی کی چند ابتدائی کتابیں پڑھ کر عربی کی ابتدائی کتابیں صرف ونحو شروع کر کے بلا قید نصاب و درجہ مدرسہ اورنگ آباد میں پڑھ کر جونیر پنجم نصاب مدرسہ کلکتہ میں داخلہ لیا، اور چند سال کے بعد سینیر سال سوم کے کلکتہ کے بورڈ امتحان میں شریک ہوکر ۱۹۱۹ء میں سکنڈ ڈویزن درجہ دوم میں پاس ہوا، مدرسہ عالیہ کلکتہ سینیر پنجم یعنی آخر امتحان بورڈ میں تھا کہ تحریک خلافت اور ترک موالات کے سبب ۱۹۲۱ء کے بورڈ امتحان میں شریک نہیں ہوسکا، دوسرے سال ۱۹۲۲ء میں مدرسہ خانقاہ سہسرام سے سینیر سال پنجم کا فائنل امتحان دے کر فرسٹ ڈویزن اول درجہ میں پاس ہوا۔

مدرسہ اسلامیہ اورنگ آباد کے ہمارے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری داودنگری، مولانا نورالدین صاحب مجددی بہاری، فاضل مدرسہ ریاست مینڈھو اور فاضل دارالعلوم دیوبند، اور مولانا عبدالغنی شیخ پوروی مونگیری، مولانا فرزند علی صاحب چمپاپوری (تھے)۔ اساتذۂ فارسی، مولوی محمد اسماعیل صاحب ذبیح، کراپ رفیع گنج۔ مولوی عبدالسبحان صاحب اورنگ آباد (تھے)۔

اور مدرسہ خانقاہ سہسرام کے اساتذۂ عربی وفارسی حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب مظفرنگری مدرس اول مدرسہ خانقاہ سہسرام، مولانا سید موسیٰ صاحب کاکوی، مولوی سید شاہ غلام مخدوم صاحب سجادہ نشین خانقاہ دیوان سہسرام، مدرس فارسی (تھے)۔

درس مدرسہ عالیہ کلکتہ کی چند عربی کی کتابیں۔

شرح وقایہ جلدین، ہدایہ آخرین۔ سلم، مسلم الثبوت، ہدایۃ الحکمہ، تفسیر جلالین، مشکوۃ شریف، مقامات حریری ومقامات بدیع الزماں، دیوان حماسہ، دیوان متنبی، سبعہ معلقہ۔

درس مدرسہ عالیہ کی چند فارسی کی کتابیں

دیوان حافظ، قصائد قاآنی، قصائد خاقانی، حدیقہ حکیم سنائی، مثنوی مولانا روم، جلد اول۔

دارالعلوم دیوبند کا داخلہ اور تعلیم

مدرسہ عالیہ کلکتہ کے امتحان سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں ۱۹۲۳ میں داخلہ لیا، اور چند معیاری کتابیں (کذا) مشاہیر اساتذۂ دارالعلوم دیوبند سے درس لینے کا موقع آیا۔

ہدایہ اولین از حضرت مولانا اعزازعلی، ملاحسن وملا جلال از مولانا عبدالسمیعؒ، میبذی وہدایۃ الحکمہ از مولانا ادریس کاندھلوی، مقامات حریری، متنبی از مولانا اعزازعلی، مشکاۃ شریف از مولانا حافظ احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کا داخلہ

۱۹۲۴ء میں چند اور کتابوں کے درس لینے کا موقع ہاتھ آیا۔

بخاری شریف از مولانا شبلی جیراج پوری، ترمذی شریف از مولانا عبدالودود صاحب محدث، دیوان حماسہ اور مقامات

حریری ازمولاناعبدالسبحان صاحب دیسنوی۔

امتحان فاضل اکزامنیشن بورڈبہاروا ڑیسہ ۱۹۲۸ءمیں مندرجہ ذیل موضوع وکتابوں کے امتحانات ہوئے۔تفسیر بیضاوی، صحیح البخاری،شرح مواقف مع الحواشی الزاہدیہ۔قاضی مبارک،شرح سلم شرح الملخص للچغمنی ،دلائل الاعجاز،شمس بازغہ،قانون الشیخ، (حمیات) کامل الصناعۃ(تشریحات)۔

اس وقت مدرسہ اکزامنیشن بورڈ کے فاضل امتحان کے موضوعات مختلف تھے،اور ہر موضوع کی منتہی کتابیں تھیں، میں نے پرائیوٹ امتحان دیاتھااورسکنڈڈویزن میں ۱۹۲۸ءمیں پاس ہواتھا۔حضرت مولاناابوالحسن صاحب خوش دل سہسرامی نے تاریخ کہی تھی۔”ایم اے عبدالرؤف فاضل ۱۹۲۸ء“

درس نظامیہ کی سند اور کتابیں

حضرت مولاناابوالحسن صاحب خوش دل نقشبندی سابق مدرس اولاً خانقاہ سہسرام اورالحال مدرس اول مدرسہ قادریہ کارا،تلمیذ رشید حضرت مولانااحمدحسن کانپوری اورمولانامحمد فاروق صاحب چریاکوٹی اورسید حفیظ الدین صاحب وسیدعثمان صاحب مہاجرمکی۔حضرت مولاناممدوح نے پرائیویٹ مندرجہ ذیل کتابوں کادرس لےکرفاضل کی سند دی تھی۔

احادیث : بخاری شریف۔ترمذی شریف،موطئین للامام مالک،للامام محمد۔

تفسیر : بیضاوی شریف

معقولات : شرح سلم،ملاحسن،مولوی احمداللہ ورسالۃ الزاہدیہ لمیر زاہد،ملاجلال۔

ادبیات عربی : دیوان حماسہ،دیوان متنبی،مقامات حریری والبدیع۔

ادبیات فارسی : منثورات ومنظومات،سہ نثرظہوری والوقائع،قصائدخاقانی وقاآنی۔”سنۃ المرقوم فی السند تاریخ فی السابع والعشرین من الجمادی الاولی ۱۳۴۲ھ“

امتحان پٹنہ یونیورسٹی بی اے اردو،امتحان یونیورسٹی ۱۹۴۶ء۔ڈپارٹمنٹل امتحان پٹنہ ٹریننگ اسکول ۱۹۳۴ء۔

احباب وبزرگان جن سے استفادہ کاموقع ملا۔

(۱) مولانامنظوراحمدندویؒ فاضل ندوہ وفاضل مدرسہ الہیات کانپورقیمص پوری بہاری،مؤلف نتائج العبث کی صحبت میں مضمون نگاری کاذوق پیداہوا۔

(۲) پروفیسرمحفوظ الحق ساکن سعداللہ پورپٹنہ پروفیسرفارسی پریسڈنسی کالج کلکتہ،مرتب دیوان کامران کی صحبت سے قلمی کتابوں کی تحقیقات کاذوق حاصل ہوا۔

(۳) پروفیسر سید حسن عسکری پروفیسر تاریخ پٹنہ کالج ساکن کھجوہ سے تاریخی تحقیقات کا شوق پیدا ہوا۔

(۴) محقق عصر سید فصیح الدین بلخی عظیم آبادی مولف تاریخ مگدھ و بہار کتابات سے تاریخ کے مطالعہ کا ذوق ہوا۔

(۵) حضرت مولانا سید ولایت حسین صاحب متوطن اثاث دیورہ خلیفہ حضرت مولانا سید شاہ عبد الرشید صاحب گنگوہی صاحب سجادہ خانقاہ قدوسیہ گنگوہ یوپی کی صحبت میں ارادت و بیعت کا حوصلہ ہوا۔

(۶) حضرت علامہ عصر مولانا سید سلیمان صاحب ندوی رحمہ اللہ تعالی سے دین و ایمان حاصل ہوا۔

مقالات و مضامین و تراجم مطبوعہ و غیر مطبوعہ

(۱) ترجمہ از عربی اوجز السیر سیرت خیر البشر مصنفہ امام الحجہ علامہ ابوالحسن احمد بن فارس زکریا قزوینی۔شائع شدہ در رسالہ پیشوا رسول نمبر دہلی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ۔

(۲) ترجمہ سوانح حیات شاعر عرب ابوالعتاہیہ اور اس کی عربی شاعری، شائع شدہ ندیم گیا، بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۰ء۔

(۳) ترجمہ کتاب الانساب عربی اور قاضی محمد راضی مکی حصاری کی حیات اور نسب نامہ، معاصر پٹنہ بابت ماہ مارچ ۱۹۴۵ء۔

(۴) ترجمہ نبوت اور ختم نبوت از عربی رسول نمبر پیشوا دہلی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ۔

مقالات و مضامین

(۱) مکتوبات شیخ الاسلام مولانا مظفر شمس بلخی اور سلطان غیاث الدین شاہ بنگالہ، معارف بابت ماہ اگست ۱۹۵۸ء۔

(۲) شیخ الاسلام مولانا مظفر شمس بلخی اور سند حدیث، معارف بابت ماہ دسمبر ۱۹۵۲ء۔

(۳) شیخ الاسلام معز شمس بلخی نوشہ توحید، معارف بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۴۹ء۔

(۴) نواب داؤد خاں علوی صوبہ دار بہار اور جنگ پلاموں کا تاریخی مرقع، معارف بابت ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۳۷ء۔

(۵) حضرت مخدوم الملک بہار اور علم و ادب، معارف بابت ماہ دسمبر ۱۹۵۹ء۔

(۶) قلعہ رہتاس اور آثار قدیمہ، ندیم بہار نمبر، بابت ماہ نومبر ۱۹۴۰۔

(۷) قلعہ رہتاس اور مورخین ہند، ندیم بابت ماہ جولائی و اگست ۱۹۴۰ء۔

(۸) فرمان محمد شاہ غازی اور مخدوم قاضی شاہ صدر الدین صوفی، معارف بابت ماہ فروری ۱۹۴۹ء۔

(۹) شاہ غلام مرتضی المتخلص بہ جنوں اور تفسیر مرتضوی اردو منظوم، معاصر پٹنہ بابت ماہ اپریل ۱۹۶۷ء اور معارف اعظم گڑھ۔

۱۰) میر کمال علی شاد المتخلص بہ کمال اور ان کی مثنوی اردو، ندیم بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۰ء۔

(۱۱) حور النساء بیگم بنت مولانا غلام طباطبائی مؤرخ سیر المتاخرین کے مزار کا کتبہ، ندیم بابت ماہ نومبر ۱۹۳۷ء۔

(۱۲) جنات، جن و جان، رسالہ المجیب، بابت ماہ جولائی ۱۹۷۲ء۔

(۱۳) حضرت نوح اوران کی قوم۔رسالہ المجیب، بابت ماہ اگست وستمبر ۱۹۷۲ء۔
(۱۴) مولانا شیخ نورعلی محدث سہسرامی، معارف بابت ماہ ۳۲ء۔
(۱۵) مخدوم شیخ فریدالدین فردوسی قادری، المجیب ماہ صفر و جمادی الاولی، ۱۳۸۰ھ۔
(۱۶) وصلی حضرت غوث الاعظم اور فتاویٰ مسعودی، معارف بابت، ماہ نومبر ۱۹۳۴ء۔
(۱۸) مولانا ابوالحسن خوش دل سہسرامی، المجیب، پھلواری شریف۔
(۱۹) پٹنہ یونیورسٹی کے مخطوطات، معاصر بابت پٹنہ، ماہ جولائی ۱۹۶۰ء۔
(۲۰) قرآن مجید کے دو نایاب نسخے اور چند قلمی کتابیں، معارف بابت ماہ جنوری ۱۹۳۴ء۔

ترجمہ از فارسی:

فتاوی شاذ دگانہ ازمولانا شاہ محمد فصیح غازی پوری۔

ترک تعزیہ لہدایۃ البریہ ازمولانا شاہ محمد فصیح غازی پوری۔

امامت وخطابت اور قضاء:

از ابتداء ۱۹۲۲ء امامت وخطابت جمعہ وعیدین کی ادائیگی پر اول نائب امیر شریعت حضرت مولانا ابوالمحاسن سید شاہ محمد سجاد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے دور تحریک خلافت میں مامور کیا، اور اورنگ آباد میں جب موجود رہا تو مفوضہ خدمت امامت و خطابت جامع مسجد وعیدگاہ مخلصانہ انجام دیتا رہا۔ بندہ کے غائبانہ میں حسب دستور عم محترم جناب مولوی قاضی سید عبدالحافظ صاحب امامت وخطابت کے خدمات کو انجام دیتے رہے، گیٹ ایچ ڈی اسکول اورنگ آباد میں ملازمت کے باعث مستقل قیام اورنگ آباد کا حاصل ہوا تو اواخر ۱۹۳۳ء سے تاحال ۱۹۷۲ء تک خدمات امامت وخطابت انجام دے رہا ہے۔ ۷۲ء میں اس خدمت کو انجام دیتے ۳۸ سال پورے ہوجائیں گے، ۲۴ سال بلا معاوضہ اور ۱۴ سال معاوضہ کے ساتھ خدمات کو ہوئے۔

علاوہ ازیں حضرت امیر شریعت رابع مولانا سید شاہ منت اللہ صاحب رحمانی مونگیری امارت شرعیہ کے دارالقضاء کی توسیع کے سلسلہ میں ۱۹۵۹ء میں اورنگ آباد تشریف لاکر بندہ ہیچ مداں کو قاضی دارالقضاء اورنگ آباد کا فریضہ تفویض فرمایا، اس ملی وقومی فریضہ کو راقم ناچیز اعزازی طور پر ہنوز انجام دے رہا ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ۔

از ۱۹۲۲ء تا ۱۹۷۲ء نماز عیدین وخطابت کی خدمت انجام دے کر ۷۲ء عیدین کی امامت وخطابت سے معذور ہوکر سبکدوش ہوگیا۔

ملی وقومی خدمات

اساتذہ کرام مولانا نورالدین صاحب مجددی بہاری متوطن موہنی (بہار شریف) نائب مدرس اول مدرسہ اسلامیہ

اورنگ آباد اور مولوی عبدالسبحان صاحب انگلش ٹیچر مدرسہ اسلامیہ اورنگ آباد کی صحبت اور فیض صحبت سے ملی وقومی کاموں کا جذبہ اور شغف پیدا ہوا، ۱۹۱۹ءاور ۱۹۲۰ءمیں مولانا مجددی بہاری نے انجمن البلاغ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، اور اس کے تحت دارالمطالعہ تھا، ادارہ اور دارالمطالعہ کی نظامت ونگرانی کا کام راقم ناچیز کے سپرد کیا گیا، اور ایک مدت تک نظامت کی خدمت انجام دیتا رہا۔

انجمن ترقی اردو اور اردو لائبریری

راقم ناچیز نے ۱۹۴۴ءاور ۱۹۴۵ءمیں احباب کرام کے مشورہ اور حمایت سے ماہ رمضان المبارک کے مبارک مہینہ میں انجمن ترقی اور دارالمطالعہ (اردو لائبریری) شیر شاہی سڑک پر اتر طرف ایک کرایہ کے مکان میں قائم کیا، مطالعہ کے لئے کتابیں، ماہنامے اور روزنامے فراہم کئے، اعوان وانصار کے چندہ سے کام ہوتا رہا، اس کے بعد سرکاری امداد کے حصول کے لئے سلسلہ جنبانی کی گئی، اس دور کے کانگریس منسٹر ایجوکیشن بابو بدری ناتھ ورما تھے، ملاحظۂ لائبریری کے لئے ان کو دعوت دی گئی، وہ آئے، ملاحظہ کیا، ملاحظہ نامہ ٹائپ کر کے بھیج دیا گیا، مگر رقم امدادی کا صرف وعدہ کیا جو شرمندہ ایفا نہ ہوا، اس مکان کی تنگی اور نامناسب ہونے کے باعث انجمن اور لائبریری کو دوسری عمارت میں منتقل کر دینا مناسب تصور کیا گیا، لہٰذا مہابیر مندر کے سامنے ڈی راؤ کی دومنزلہ عمارت کی اوپر کی منزل میں دفتر انجمن اردو لائبریری منتقل کر دی گئی، انتقال مکان کے بعد لائبریری میں ایک گونہ ترقی کی صورت پیدا ہوئی، بنچ اور کرسی، ڈسک فراہم ہو گئے، اورالماری کا بھی انتظام اور بجلی پنکھا اور بجلی روشنی کا انتظام بھی ہو گیا، شہر میں ایک ڈی ایس پی ایک صاحب یعقوب نام کے تھے، علمی ذوق رکھتے تھے، ان کی ترغیب و تحریض سے مولوی حاجی احمد سعید قادری رئیس کڑا اور مولوی مختار احمد خاں صاحب رئیس کورائی پوراو برا نے تین تین سو روپے اردو لائبریری کو دئے جن سے میں نے معیاری کتابیں حسب ذوق ومشورہ عزیزان سید بدرالدین قادری آفیسر اے جی آفس رانچی، اور سید شاہ نعیم الحق اکسائز انسپکٹر لائبریری کے لئے منگائیں، جو ہنوز لائبریری کی زینت ہیں۔

مسجد شاہ جی نیا قاضی محلہ کی توسیع ومرمت اور امداد

مسجد شاہ جی بہت قدیم ہے، پہلے کھپریل تھی، تو ہمارے بزرگوں نے اس کو پختہ تعمیر کیا، پختہ تعمیر کے بھی تخریب کی ایک صورت پیدا ہو گئی تھی جس کو بزرگوں نے درست کیا تھا مگر بایں ہمہ صحن مسجد تنگ تھا، دراور کواڑ اور اذان گاہ بہت کہنہ تھا، جس کی توسیع وترمیم کے لئے اور مزید مسجد کے اخراجات، ماہانہ چراغ بتی اور موذن کے لئے پشت مسجد پر چند دکانیں غلام رسول خاں صاحب مرحوم مالک موٹر بنانے لگے تو توسیع صحن، دروازہ اور کواڑ بدلنے اور اذان گاہ بنانے کے لئے میں نے کہا، اور پشت والی دکانوں کو بحق مسجد اور وہ پڑتی زمین جو مسجد اور قبر شاہ جی کے متصل ہے وقف کرنے کو کہا تو بحمداللہ انہوں نے اور

ان کی اہلیہ نے بحق مسجد وقف کر دیا جس سے مسجد کے اخراجات پورے ہو جاتے ہیں۔

انجمن جامع مسجد اورنگ آباد کا قیام اور تنظیم

راقم ناچیز نے ۱۹۵۲ء میں خدام جامع مسجد اورنگ آباد کے نام سے ایک انجمن جامع مسجد کے اخراجات ماہانہ روزانہ پورا کرنے کے خیال سے قائم کیا، اور خیر خواہ اور ہمدرد پیدا کر کے جائیداد اوقف شدہ متعلقہ جامع مسجد کے حاصل کرنے اور اس پر قبضہ کرنے کے خیال سے صاحب اقتدار عبد الرحمن خاں صاحب مختار اور رئیس اورنگ آباد کو صدارت کے لئے منتخب کیا، مختار صاحب موصوف نے بجائے خدام جامع مسجد انجمن اسلامیہ جامع مسجد اورنگ آباد کا نام قائم کرنے کو مشورہ دیا، لہذا اسی نام سے انجمن قائم ہوئی اور مجلس انتظامیہ قائم کر کے مختار صاحب موصوف کو صدر منتخب کر کے پندرہ ممبروں کی کمیٹی بنائی اور وہ کل موقوفہ جائیداد جو بندوبست میعادی اور بندوبست دوامی کے باعث قبضہ سے باہر اور دوسروں کے تصرف میں تھیں ان کو حاصل کیا، بندوبست دوامی کو مقدمہ بازی سے توڑ دیا گیا، اور بندوبست میعادی شرح جدید پر از سر نو بندوبست کی گئی، تو اخراجات ماہانہ و روزانہ متعلقہ جامع مسجد پورے ہونے لگے، مزید برآں اسٹال و گومٹیاں شیر شاہی کے کنارہ بٹھائی گئیں۔ سابق جائیداد موقوفہ میں اضافہ کی صورت یہ پیدا کی گئی کہ جامع مسجد کے مین دروازہ پورب طرف سڑک کے کنارے جو پلوٹ زمینداروں کا تھا اس کو جناب ڈاکٹر سید محمد اسحاق صاحب زمیندار پلوٹ نے بحق جامع مسجد اورنگ آباد دامی بندوبست کرا کر اس سرزمین پر سبزی کا مارکٹ قائم کر کے سبزی فروشوں کو بٹھایا گیا، اور اس سبزی مارکٹ کو سالانہ بندوبست کرنے کا انتظام کیا جانے لگا۔

موقوفہ جائیداد کی آمدنی پس انداز کر کے سب سے پہلے مسماۃ گل بہار بیگم زوجہ عبد الرحیم خاں کے موقوفہ منہدم مکان کو تعمیر کرایا گیا، اور دو منزلہ تعمیر کرایا گیا، جس پر مسجد بلاک لکھا ہوا ہے، اس کے بعد موقوفہ مکانات اور سبزی مارکٹ اور اسٹال کی آمدنی کو پس انداز و جمع کر کے جامع مسجد کی بوسیدہ اور کہنہ عمارت کو تجربہ کار اوسیروں اور ٹھیکہ داروں کے مشورہ سے منہدم کر کے ایک نقشہ تیار کرا کر بلند و بالا دو منزلہ عمارت تیار کرائی، اس کے بعد جامع مسجد کا صدر دروازہ اور آہنی گیٹ تیار کرایا گیا، تعمیرات کے سلسلہ میں اخراجات کا اندازہ چالیس پینتالیس ہزار ہے، دوسری منزل پر اذان گاہ تعمیر کا منصوبہ ہے، اللہ پورا کردے، تعمیر جامع مسجد کی دیرینہ تمنا میری اور ممبران انجمن کی پوری ہوئی، صد شکر ہے۔

بیعت و ارادت اور مجاہدات نفس:

مولانا حکیم شاہ ظہیر احمد صاحب عظیم آبادی کے قیام اورنگ آباد اور صحبت میں مجاہدات نفس اور حصول نعمت روحانی کا شوق دامنگیر ہوا، تو انہیں کی تربیت میں ذکر جہری اور سری اور پاس انفاس کی ریاضت اور مشق شروع ہوئی، مزید دلائل الخیرات کی زکوۃ ہفت روزہ کی اور دیگر ادعیہ کی زکاۃ اور اجازت حاصل کی، مکرر دلائل الخیرات کی اجازت شیخ الہند پیر طریقت حضرت

مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی ؒ سے اجازت حاصل کی، اور حزب البحر کی اجازت اولی حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب قاری پھلواری شریف سے دیگر بار مولانا شیخ الہند ممدوح اور مکرر حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی سے اجازت حاصل کر کے سہ بارہ خود زکوٰۃ ادا کیا، اور چند اور احباب اور لوگوں سے بھی ادا کرایا، اور آج تک دلائل الخیرات اور حزب البحر کا ورد ہے۔ بزرگ محترم حضرت مولانا سید شاہ ولایت حسین صاحب دیوروی خلیفہ حضرت مولانا سید شاہ عبد الرشید صاحب سجادہ نشیں خانقاہ حضرت عبد القدوس قدس سرہ گنگوہی کی صحبت میں بیعت وارادت کا شوق پیدا ہوا تو آں جناب نے حضرت مولانا حافظ قادری حکیم الامت سید شاہ اشرف علی صاحب تھانوی سجادہ نشیں خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر سے ارادت حاصل کرنے اور بیعت کرنے کا مشورہ دیا، لہذا حکیم الامت رحمہ اللہ تعالی سے مراسلت ومکاتبت کر کے ارادت حاصل کرنے کا شوق ظاہر کیا، حاضری اور قدم بوسی کی اجازت کے لئے شرط لگا دی کہ ہمارے خلفائے نامزدۂ فہرست مطبوعہ سے کسی سے تربیت حاصل کر کے ان کی سند پیش کیجیے تو ارادت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہو جائیے، چنانچہ حسب الحکم ان کے خلیفہ اول ماسٹر مولانا محمد عیسی صاحب میڈ اری الہ آبادی سے مراسلہ کے ذریعہ تعلیم وتربیت شروع کی مگر موصوف کے ایک لفظ کم ظرف لکھ دینے سے بندہ کو کبیدگی پیدا ہوئی تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روشن ضمیری سے میری کبیدہ خاطری سے باخبر ہو کر لکھ بھیجا کہ اگر ماسٹر عیسی صاحب سے بددلی پیدا ہو گئی اور تسکین نہیں ہے تو ہمارے کسی دوسرے خلیفہ کی طرف رجوع ہو کر تربیت شروع کیجیے، جناب موصوف سے دریافت کیا کہ ارشاد ہو کس خلیفہ کی طرف رجوع کروں، تو جواب دیا کہ اپنی طبیعت کے مناسب کسی کو منتخب کر کے تربیت شروع کر دیں، میں نے اپنی صواب دید سے ان کے خلفاء میں محبوب خلیفہ حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی ؒ کو منتخب کر کے پہلے مراسلہ و مکاتبہ کے ذریعہ تربیت شروع کر دیا، اول انہوں نے رذائل اخلاق، تزکیہ نفس اور نیز تحلیہ اخلاق حسنہ کی تعلیم دی۔

اس اثناء میں بندہ نے ایک خواب دیکھا کہ کسی لامعلوم مقام پر ہوں اور پیش نظر ایک عالی شان محل ہے، محل کے صدر دروازہ پر خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیٹھے ہوئے مناجات اور دعا کی کوئی کتاب اس دل نشیں اور بلند آواز سے پڑھ رہے ہیں کہ دل کو ایسی کشش ہوئی کہ بندہ بڑے دروازہ کی ایک کھڑکی سے کسی طرح اپنے کو اندر پہنچا کر حضرت کے نزدیک جا پہنچا، اس خواب کے بعد حضرت تھانوی ؒ نے خط کے ذریعہ میری بیعت قبول کر لی، اور ہدایت کی کہ میرے خلفاء میں سے جس سے جی چاہے اس سے بیعت حاصل کر کے تربیت حاصل کرو، چنانچہ حضرت دیسنوی سے مراسلت ومکاتبت کے ذریعہ تربیت حاصل کرتا رہا اور ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا رہا، آخر میں حسب طلب ۶ رجب ۱۳۶۵ھ مطابق ۶ جون ۱۹۴۶ء میں بمقام دیسنہ حاضر ہو کر دست بوس ہوا، اور چند روز قیام کر کے حضرت ممدوح سے فیوض حاصل کرتا رہا، بالآخر روز جمعہ بعد مغرب دوگانہ نماز توبہ ادا کرنے کی فرمائش کی اور خود بھی علاحدہ دوگانہ ادا کیا، اور چند کلمات خیر متعلقہ بیعت مسنونہ فرماتے ہوئے توبہ کرایا اور متعلقہ بیعت تضرع کے ساتھ چند کلمات ادا کرتے ہوئے بیعت سے شرف یاب وفیض یاب کیا، چنانچہ ۷ رجب روز جمعہ بعد نماز

مغرب دیسنہ کی مسجد میں بیعت ہوکر سلسلہ اشرفیہ امدادیہ میں داخل ہوا، اور حسب ہدایت بہ توفیق الٰہی سلسلہ کے وظائف انجام دیتا رہتا ہے۔ مولانا ممدوح نے از راہ شفقت روز جمعہ نماز جمعہ پڑھانے کو بڑھایا، اور پنج گانہ میں بھی دو تین بار بڑھاتے رہے، میں نالائق، برگزیدہ بزرگ کی امامت کے لائق تو نہ تھا شاید اس ذریعہ سے حضرت کا کچھ اور منشا ہوگا۔ ہمارے سلسلہ اشرفیہ امدادیہ میں اسم اعظم اللہ اللہ کا ورد روزانہ سوالاکھ اور نہیں تو ۲۴ ہزار بار ہے، چنانچہ بندہ نالائق نے ایک بار اسم اعظم کا سوالاکھ ورد کیا تو شب میں بحالت خواب ایک نورانی ستون دیکھا، اور دل کہہ رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے، یہ شرف اسم اعظم کے ورد کے باعث ہوا، زہے عز وشرف۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم کہ اپنے نور کی دیدار سے شرف بخشا، بمنہ وکرمہ۔

ازدواجی زندگی اور آل واولاد:

پدر محترم اور اعمام کرام نے بڑے بھائیوں کی شادی کے ساتھ بندہ کی شادی بھی ۱۹۱۹ء میں جب کہ نصاب مدرسہ عالیہ کلکتہ کے تحت سینیر سال سوم میں اور مدرسہ اسلامیہ اورنگ آباد میں پڑھتا تھا عم زاد ہمشیرہ بنت قاضی مولوی سید عبد الحافظ صاحب مرحوم سے کردی تھی، جس سے ایک اور صرف ایک اولاد ۱۹۲۲ء میں ہوئی۔ (۲) بعد ولادت اہلیہ مرحومہ نے عوارض رحمی میں مبتلا ہوکر دائمی مفارقت کیا، اس کے بعد تاہل اور مناکحت پر مادر مشفقہ مرحومہ نے زور دیا تو بزرگوں کی عنایت سے دوسرا رشتہ ہوا، جو بالآخر ۵، ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ روز جمعہ بمقام اورنگ آباد مولوی شاہ غلام یحییٰ صاحب صاحب سجادہ خانقاہ بوڈھن دیوان سہسرام کی دختر سے شادی ہوئی اور مولانا شیخ ابوالحسن صاحب خوش دل سہسرامی نے عقد نکاح کیا، اور ذیل کا قطعہ برجستہ کہہ کر حوالہ کیا

قطعہ

درشب جمعہ پانزدہم ذی حجہ ۞ بارک اللہ عقد زوجین است
حافظ عبدالرؤف فاضل یافت ۞ نوعروسے کہ مہر آن دین است
تا بتاریخ سال آں خوش دل ۞ گفت امشب قران سعیدین است

زوجہ ثانی سے پہلی ولادت میں لڑکی پیدا ہوئی، جو چند گھنٹہ میں فوت ہوئی، انا اللہ الخ۔ متوفیہ صبیہ والدین کے لئے حسب دعائے شافعہ ومشفعہ باعث رحمت ہوئی۔ اس کے بعد اولاد ذکور چار اور اولاد اناث صرف ایک ہوئی۔ اول عبد المغنی سلمہ، (۲) اس کے بعد مظفر اقبال، (۳) اس کے بعد عبد الحسیب، (۴) ان کے بعد سید اور (۵) سیدہ توام پیدا ہوئے۔

خاتمہ سوانح، اولیات

یعنی راقم ناچیز کو مندرجہ ذیل کاموں میں اورنگ آباد میں اولیت حاصل ہے۔

(۱) موجودہ اردو لائبریری اورنگ آباد جس شکل وصورت میں بروقت ہے، اس کی ابتدا انجمن ترقی اردو اور

دار المطالعہ (لائبریری) سے ہوئی تھی، جس کو ناچیز نے ۱۹۴۵ء میں قائم کر کے اس کی مجلس انتظامیہ مرتب کر دی تھی۔

(۲) انجمن اسلامیہ جامع مسجد اورنگ آباد کو راقم ناچیز نے ۱۹۵۲ء میں قائم کیا، اور اس کی صدارت کے لئے صاحب اقتدار دوست عبد الرحمن خاں صاحب مختار اورنگ آباد کو منتخب کیا اور ضروریات جامع مسجد کے انصرام و انتظام کے لیے مجلس انتظامیہ قائم کر کے آمدنی کے ذرائع وصورت سے پیدا کئے، ایک تو وہ موقوفہ مکانات جو سابق سکریٹری مدرسہ اورنگ آباد کے ہاتھوں بندوبست کرانا شروع کیا، اور دوسری صورت یہ ہوئی کہ مخیر لوگوں کو ترغیب دے کر مکانات و جائیداد وقف کرایا۔

(۳) مکانات اور جائیداد موقوفہ کی آمدنی کو پس انداز کر کے تعمیر جامع مسجد کا منصوبہ حسب مشورہ مولوی حبیب الرحمن صاحب وکیل صدر انجمن تیار کر کے جامع مسجد کو از سر نو تعمیر کرایا، بحمد اللہ خاطر خواہ تعمیر ہوئی۔

(۴) جمعہ وعیدین میں مطبوعہ عربی خطبات بنائے جاتے تھے، راقم ناچیز نے حمد و نعت کے بعد بلسان قوم اردو میں بخیال ہدایت و نصیحت خطبات شروع کئے، اس سلسلہ میں بعض نادان علماء سے تنازع بھی ہوئے مگر بالآخر وہ قائل ہو گئے۔

(۵) مقامی نامی گیٹ ایچ ای اسکول میں جب ۱۹۳۳ء میں تقرر ہوا تو اس اسکول اور دیگر کل اسکولوں میں نماز جمعہ مسجدوں میں جا کر ادا کرنے کی اجازت نہ تھی، ہمارے پہلے سابق مدرس اول اسکول ہی کے ایک کمرہ میں بعض نمازی طلباء کے ساتھ نماز جمعہ ادا کر کے یقین کئے ہوئے تھے کہ نماز جمعہ ادا کر لیا ہے، حالاں کہ جمعہ کے قائم کرنے کے لئے اذن عام ہونا ضرور ہے، اور اذن عام حاصل نہ تھا، وہ بہت مشکلوں سے اس فقہی و شرعی مسئلہ کے قائل ہوئے۔ لہٰذا راقم ناچیز نے حسب شریعت نماز جمعہ ادا کرنے کی مہم اور ایجی ٹیشن شروع کر دیا، طلبائے اسکول کے مسلم گارجین سے صدر مینیجنگ کمیٹی اسکول جناب سید محمد امیر صاحب، (۴) اس وقت کے ایس ڈی او اورنگ آباد کے حضور میں درخواستیں دلوائیں، جس پر ایس ڈی او موصوف نے پرزور نوٹ لکھ کر انسپکٹر اسکول، ڈائریکٹر محکمہ تعلیمات، اور وزیر تعلیمات صوبہ جناب سر فخر الدین صاحب کے یہاں بھیجا، اور پوری پیروی کی گئی، تو بحمد اللہ وزیر تعلیمات ممدوح کا سرکلر شائع ہو گیا کہ (وزارت) نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے صوبہ بہار کے کل اسکول کے لئے ایک گھنٹہ پورا چھٹی دے گی۔

(۶) آزادی ہند کے بعد کانگریس گورمنٹ کے دور میں کل ہائی اسکولوں اور ٹریننگ اسکولوں میں یہ فتنہ پیدا ہوا کہ کلاس شروع ہونے سے پہلے کل ٹیچر اور اسٹوڈنٹ جماعت کے ساتھ بآواز بلند پراتھنا کریں، اس پراتھنا کے الفاظ مشرکانہ تھے، جس سے ایمان برباد ہو جانے کا خطرہ تھا، ناچیز کو بے حد فکر بقائے ایمان کی ہوئی، لہٰذا ایک جماعت طلباء اسکول و ٹریننگ اسکول کی لے کر گیا اس موقع پر پہنچا جب حضرت شیخ الہند پیر طریقت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ تشریف فرما تھے، ان کے حضور میں درخواست دی اور زبانی بیان کیا، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے درخواست پیش کردہ پر پرزور نوٹ لکھ کر خود مولانا

ابوالکلام آزاد منسٹر ایجوکیشن ہند کے حضور میں روانہ کر دیا، جس پر آزاد صاحب نے اپنے وزارت کے پاور سے آل انڈیا سرکلر جاری کر دیا کہ اسکولوں کے مسلم طلباء اور مسلم مدرسین اس پرا تھنا سے بالکل مستثنی رہیں، آئندہ مزاحمت نہ کی جائے، بحمداللہ تعالی، وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔۔(۵)

اعز الاسناد

علامۂ عصر حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی دیسنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے از راہ شفقت اعزازی سند جنوری ۱۹۴۷ء میں عطا کی تھی، جس کا مضمون درج ذیل ہے۔

''انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم''

بھوپال دار القضاء۔

میں مولوی سید عبدالرؤف ندوی سے مدت سے واقف ہوں، انہوں نے ندوۃ العلماء، مدرسہ عالیہ کلکتہ، اور پٹنہ یونیورسٹی کے امتحانات پاس کئے ہیں، جن کی تفصیلات ان کے اسناد سے ظاہر ہوں گی، ان کا بیشتر حصۂ زندگی تعلیم وتعلم میں گذرا ہے۔ ان کو تاریخی وعلمی وتحقیقی مضامین سے خاص مناسبت ہے، اور قلمی کتابوں اور ذخیروں کی دریافت اور تحقیق سے برابر دلچسپی رہی ہے، اور اس باب میں اکثر مجھ سے خط وکتابت کرتے رہے ہیں، ان کے مضامین دارالمصنفین کے رسالہ معارف اور دوسرے اردو رسائل میں نکلتے رہے ہیں، مجھے امید ہے کہ وہ اس قسم کے کاموں کی انجام دہی بخوبی کر سکتے ہیں، ان کی اس علمی زندگی کی کامیابی سے مجھے بدل خوشی ہوئی''۔

میں نے خودنوشت سوانح میں جو کچھ تحریر کیا ہے سراپا صداقت وحقیقت پر مبنی ہے، ذرہ برابر لن ترانی نہیں ہے، مخالف اصحاب اس کو تعلی اور شہرت پسندی اور خودستائی سمجھیں گے، مگر وہ مخلص احباب جن کو واقفیت ہے اس کو خود سچ سمجھیں گے، اور دوسروں کو سمجھائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

حواشی:

(۱) چونکہ نیا قاضی محلہ کی مسجد شاہ جی اس وقت زیر تعمیر تھی، مردانہ نشست گاہ کے صحن میں محلہ اور شہر کے چند اشخاص کے ساتھ اس طرح پر ختم سناتا تھا کہ روزانہ ہر چار رکعت کے بعد ترویحہ میں چائے کا دور چلایا جاتا تھا اور سماور گرم رہتا تھا، اور مزید برآں ۱۹۱۴ء تا ۱۹۲۲ ختم قرآن جامع مسجد اورنگ آباد میں سناتا رہا، اور ۶۳ء سے معتذر ہو کر عزیزم حافظ قاری مولوی سید عبدالغنی سلمہ کو اس خدمت پر مامور کر دیا ہے۔

(۲) جس کا نام خواجہ شرف الدین احمد مولانا حکیم شاہ ظہیر احمد صاحب صوفی اعظم آبادی نے رکھا تھا، اور بتاریخ ۵ فروری ۱۹۲۲ء مطابق جمادی الاخریٰ ۱۳۴۰ھ روز یک شنبہ وقت ۹ بجے دن ولادت ہوئی۔ سید اعظم قادری ولد سید سراج حسین قادری متوطن شیر پور منیر متعلقہ داناپور کی صاحب زادی سے ہوئی، جن سے پانچ لڑکے، اول تہذیب، دوسرے شبلی، تیسرے فیروز، چوتھے، ذوق، پانچویں امان اللہ لڑکی کا حور النساء نام ہے۔

(۳) عبدالغنی سلمہ کی پیدائش پانچ رمضان ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۳۳ء روز پنج شنبہ وقت ۱۰ بج کر ۵۴ منٹ پر ہوئی، اور سید ضمیر الدین سب انسپکٹر پولیس ولد سید سراج الدین ولد سید سلیم الدین متوطن پھلواری شریف پٹنہ کی دختر سے ہوئی، جن سے دو لڑکے احمد مسعود اور احمد محمود اور چار لڑکیاں، عزیزہ، عذرا، علیا، عمارہ ہیں۔

(۴) مظفر اقبال کی پیدائش ۳ رصفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۷ رمئی ۱۹۳۵ء روز سہ شنبہ وقت ۱۱ بجے دن ہوئی۔ پروفیسر سید حسن صاحب ساکن شیخ پورہ ومونگیر کی دختر سے ہوئی، جن سے دو لڑکیاں، قدسیہ، نصرت اور لڑکے روفی، رومی، عین الاقبال ہیں۔

(۵) عبدالحسیب کی پیدائش ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۴۰ء روز پنج شنبہ وقت صبح ۵ بج کر ۲۲ منٹ پر ہوئی۔ ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی ہے۔

(۶) سید، سیدہ کی پیدائش بتاریخ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۴۴ء روز دوشنبہ، شب سہ شنبہ وقت ۱۲ بجے سید پہلے پیدا ہوئیں اس کے بعد ۱۲ بج کر ۲۵ منٹ پر سید پیدا ہوئے، سیدہ کی شادی فیض احمد ولد پروفیسر سید حسن شعیبی شیخ پورہ سے ہوئی جن سے ایک لڑکا جامی اور ایک لڑکی سیدہ ہے۔

(۷) سید محمد امیر صاحب ساکن کجھوا چھپرا ۱۹۳۱ء سے ۳۵ء تک اورنگ آباد میں ایس ڈی او اور اس کے بعد پٹنہ کے کلکٹر تھے، پھر کمشنر ہو کر ریٹائرڈ ہو کر ہزاری باغ میں مقیم ہیں، گرچہ یہ امامیہ مذہب کے پابند تھے مگر اسلام کا درد تھا، اور مسلمانوں کے خیر خواہ تھے۔

(۸) میں نے اولیات کے زیر عنوان جو کچھ لکھا ہے وہ حقیقت ہے، خدا شاہد ہے، تعلی اور نام آوری مقصود نہیں ہے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ ''المجیب'' کیلئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہو تا کہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کرا کر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔ مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

اُردو شعرو شاعری میں مسئلۂ فلسطین کی صدائے بازگشت

● سید محمد نیر رضوی ـــــ سی ۳، رحمان اپارٹمنٹ، نیو پارس ٹولی، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

دنیائے شعر و ادب میں مفکر اسلام، حکیم الامت، شاعر مشرق: ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کو ایک بڑا شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔ یقیناً وہ ایک عظیم شاعر ہیں۔ وہ صرف اپنی عظیم شاعری کی بنا پر ایک عظیم شاعر نہیں ہیں بلکہ اس لئے بھی عظیم ہیں کہ انہوں نے نہ صرف اپنے عہد میں رہ کر اپنے عہد کی شاعری کی ہے بلکہ انہوں نے اپنے سے آگے آنے والے عہد میں جا کر اُس عہد کی بھی شاعری کی ہے۔ وہ پرواز تخیل کے شاعر ہیں، دوربین نگاہوں کے شاعر ہیں اور اعلیٰ وجدان وفکر وعمل کے شاعر ہیں۔ چنانچہ علامہ اقبال نے ہر دور کی ہر نسل کے لئے کیا کہہ دیا: دیکھئے!

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال کو ہر عہد اور ہر دور کا شاعر کہا جاتا ہے کیونکہ اُن کی شاعری ہر عہد اور ہر دور کے لئے اپنی مطابقت رکھتی ہے۔ علامہ اقبال کا انتقال ۱۹۳۷ء میں ہو چکا تھا اور اسرائیل کا قیام ۱۹۴۸ء میں ہوا ہے مگر اُن کی دوربین نگاہوں نے مشرق وسطیٰ میں ہونے والی پیش رفت کے تناظر میں فلسطین کے بارے میں وہ سبھی کچھ دیکھ لیا جو آج ہم اس خطہ میں بہت اچھی طرح وقوع پذیر ہوتے ہوئے اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ علامہ اقبال اس خطہ میں سامراجی طاقتوں کی سازشوں سے آگاہ ہو چکے تھے اور اُن کو احساس ہو چکا تھا کہ مغربی قوتیں، فلسطین میں یہودیوں کو زمین دینے پر تلی ہوئی ہیں اور اسی لئے مغربی ممالک اپنے مذاکرات کے دوران کئے گئے تمام وعدوں کو پامال کرتے جا رہے ہیں۔ مفکر اسلام علامہ اقبال کا نقطۂ نظر بالکل واضح ہے۔ ان کی رائے ہے کہ فلسطین عربوں کی ملکیت ہے، یہ اُن ہی کا ملک ہے اور اگر مغربی ممالک یہودیوں کے حق میں صرف اس لئے وکالت کر رہے ہیں کہ وہ فلسطین سے نکال دئے گئے تھے تو پھر یہی حق ہسپانیہ (اسپین) کے عربوں کو بھی ملنا چاہئے کیونکہ انہیں بھی ہسپانیہ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ علامہ اقبال کی سوچ یہیں تک نہیں رکتی بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ سب

کچھ اس خطہ میں جو وقوع پذیر ہو رہا ہے، مغربی سامراج کے فوجی اڈے کی تعمیر کا شاخسانہ ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال کے مجموعہ کلام ’’ضربِ کلیم‘‘ میں مشہور نظم ’’شام و فلسطین‘‘ کے یہ اشعار دیکھئے:

زندانِ فرانسیس کا میخانہ سلامت
پُر ہے مئے گلرنگ سے ہر شیشہ حلب کا
ہے خاک فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا
مقصد ہے ملوکیّت انگلیس کا کچھ اور
قصّہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا

علامہ اقبال کے اسی مجموعہ کلام ’’ضربِ کلیم‘‘ سے ہی ایک اور نظم ’’دامِ تہذیب‘‘ کا یہ شعر دیکھئے:

جلتا ہے مگر شام و فلسطیں پہ مرا دل
تدبیر سے کھلتا نہیں یہ عقدۂ دشوار

مغربی ممالک کے جارحانہ رویہ سے علامہ اقبال کا دل فلسطین کے لئے تڑپنے لگا۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب لیگ آف نیشنز کا قیام عمل میں آیا اور پھر مسلمانوں کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا گیا وہ اقبال کے لئے نہایت ہی مایوس کن اور بے چین کن تھا۔ چنانچہ انہوں نے ان مصرعوں میں اپنے درد کو نہایت ہی سخت لہجہ میں اس طرح بیان کیا:

برفتد تا روش رزم درین بزم کہن
دردمندان جہان طرح نو انداختہ اند
من ازین بیش ندانم کہ کفن دزدی چند
بہر تقسیم قبور انجمنی ساختہ اند

علامہ اقبال اس قدر برہم ہوئے کہ انہوں نے لیگ آف نیشنز کو ’’کفن دزدی چند یعنی کفن چرانے والے چند لوگ‘‘ تک کہہ ڈالا۔ علامہ اقبال کی فارسی شاعری کے مجموعہ کلام ’’پیامِ مشرق‘‘ میں یہ اشعار شامل ہیں۔ لیگ آف نیشنز کا صدر دفتر سوئیٹزر لینڈ کے شہر جنیوا میں تھا اور برطانیہ، یہودیوں کی حمایت کر رہا تھا۔ علامہ اقبال کی فطری طبیعت پر یہ ناجائز حمایت گراں گذر رہی تھی۔ وہ ’’ضربِ کلیم‘‘ کی نظم ’’فلسطینی عرب سے‘‘ میں اپنی اس ناپسندیدگی اور ناراضگی کا اظہار اس طرح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے

تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے
سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے

جب لیگ آف نیشنز نے واضح طور پر یہ اشارہ کر دیا کہ فلسطین پر یہودیوں کا حق ہے تو علامہ اقبال نے فلسطینیوں کے حقوق غصب کرنے کے سلسلے میں برطانیہ کے ساتھ ساتھ عرب ممالک کو بھی اس ناانصافی کے لئے ذمہ دار قرار دیا اور نہایت ہی دل برداشتہ ہو کر اس طرح شاکی ہوئے ہیں:

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ و دلق اویسؓ و چادر زہراؓ

یہودیوں کے لئے فلسطین اس لئے مقدس ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام یہیں آ کر آباد ہوئے اور پھر آپ کی اولاد میں جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے وہ سبھی اسی خطہ میں مبعوث ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکمرانی بھی یہیں رہی۔ یہیں ہیکل سلیمانی کی ایک دیوار باقی ہے جسے ''دیوارِ گریہ'' کہتے ہیں اور جہاں یہودی جا کر اپنی عبادت کرتے ہیں۔ عیسائیوں کے لئے فلسطین اس لئے مقدس ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش: ''بیت اللحم'' ہے اور مسلمان فلسطین سے اس لئے محبت کرتے ہیں کہ یہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا مسکن رہا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سرزمین کی جانب ہجرت کی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش ہے جو معجزہ کے طور پر ایک کنواری ماں: بی بی مریم علیہا السلام کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے تھے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے اسی شہر سے آسمان پر اُٹھا بھی لیا تھا اور پھر قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی کے طور پر اللہ تعالیٰ اُنہیں اِسی شہر کے مقام ''سفید مینار'' پر اُتارے گا۔ فلسطین کی سرزمین ارضِ محشر بھی کہلاتی ہے کیونکہ اسی شہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو ''مقام لُد'' پر قتل کریں گے۔ اسی شہر میں یاجوج اور ماجوج کا قتال اور فساد برپا ہوگا۔ وقوع پذیر ہونے والا طالوت وجالوت کا قصہ بھی اسی شہر سے وابستہ ہے۔ امام الانبیاء اور خاتم الانبیاء سرکار دوعالم: حضور نبی کریم ﷺ شب معراج آسمان پر لے جائے جانے سے قبل مکہ مکرمہ سے بیت المقدس لائے گئے جہاں آپ ﷺ کی اقتدا میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے باجماعت نماز ادا کی تھی۔ اس طرح فلسطین کو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے مسکن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ یہیں معراج کی سواری براق کو باندھا گیا تھا اور پھر ''قبۃ الصخرہ'' بھی یہیں ہے جہاں سے براق حضور نبی کریم ﷺ کو لے کر آسمان کی جانب اُڑا تھا۔ قران مجید کی ''سورہ نمل'' میں موجود چیونٹی کے واقعہ کا تعلق اسی شہر فلسطین کے مقام ''عسقلان'' سے ہے۔ اُمت محمدیہؐ پر اللہ

کی جانب سے جب نماز کی فرضیت قائم ہوئی تو اسی شہر میں واقع بیت المقدس کو مسلمانوں کے ''قبلۂ اوّل'' ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ جب نبی کریم ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں مسجد قبلتین میں نماز کے دوران وحی الٰہی کے ذریعہ مکہ مکرمہ بطور ''قبلہ'' قیامت تک کے لئے تبدیل ہوگیا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے تاریخی واقعات کا تذکرہ اس شہر فلسطین سے وابستہ ہیں جو فلسطین کے تقدس کو اُجاگر کرتے ہیں۔ آج یہی تقدس خطرہ میں ہے، اور اُمت مسلمہ کے سامنے اسی فلسطین کے تقدس کے تحفظ کا مسئلہ درپیش ہے۔ چنانچہ محی الملۃ مولانا سید شاہ محی الدین قادری ؒ سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف اس ضمن میں فرماتے ہیں:

''فلسطین اور اعراب فلسطین کی حفاظت وصیانت کے سلسلہ میں میں ہر قربانی کے لئے تیار ہوں۔ اگر سول نافرمانی کی نوبت آئی تو میں گوشہ نشینی ترک کرکے سول نافرمانی کروں گا اور اس کے لئے قید وبند کی مصیبت بھی گوارا کروں گا''

——(محی الملۃ والدین، مؤلفہ: شاہ عون احمد قادری ؒ صفحہ: ۵۷)

مفکر اسلام، حکیم الامت علامہ اقبال کو سرزمین فلسطین اور قبلۂ اول سے فطری طور پر جذباتی لگاؤ تھا چنانچہ انہوں نے اپنے مجموعہ کلام ''بال جبرئیل'' میں جو طویل نظم بعنوان ''ذوق وشوق'' تحریر کی ہے، اُسے انہوں نے مسئلہ فلسطین کے سیاق وسباق ہی میں تحریر کیا ہے۔ اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

قلب ونظر کی زندگی دشت میں صبح کا سماں
چشمۂ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں
آگ بجھی ہوئی ادھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر
کیا خبر اس مقام سے گذرے ہیں کتنے کارواں
قافلۂ حجاز میں ایک حُسینؓ بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ وفرات
عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع ودیں بتکدۂ تصورات

علامہ اقبال کا ایمان تو قرآن پر ہے۔ ''لا تقنطوا من رحمۃ اللہ''۔ اقبالؔ تری عظمت کو سلام! نہایت ہی پرعزم، پراُمید اور حوصلہ افزا لہجہ میں اس طرح کلام کہتے ہیں کہ جگر پھٹ جاتا ہے:

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

اور پھر اس طرح بھی فرماتے ہیں کہ

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

شعرائے کرام کا طبقہ ہمارے معاشرہ میں سب سے زیادہ حساس طبقہ ہوتا ہے۔ خواہ وہ عشق ومحبت کی دل خراش داستانیں ہوں یا انسانی مسائل کا کرب ہو، وہ کسی بھی کرب کو اور کسی بھی اضطراب کو عام لوگوں کے مقابلہ زیادہ شدت سے محسوس کرتا ہے اور پھر اس کی اضطرابی کیفیت اور اُس کا درد شاعر کے خوبصورت اور متوازن الفاظ کے حسین ڈھانچہ میں اس طرح ڈھل جاتا ہے کہ عام قاری بھی اُسے اپنا ہی درد سمجھ بیٹھتا ہے، اور ایک کامیاب شاعر کی کامیابی کا راز بھی یہی ہے کہ وہ قاری کے دل کو اپنے کلام سے اس طرح ہم آہنگ کرلے کہ قاری کا دل، قاری کا نہ رہ کر اُسی شاعر کا دل بن جائے۔ مسئلۂ فلسطین نے عالمی سطح پر شعروادب کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں مدتوں سے مسئلۂ فلسطین، ہندوپاک سمیت عالمی شعروادب کا موضوع بنا ہوا ہے اور آج بھی یہ مسئلہ اپنے حل کی تلاش میں دربدر بھٹک رہا ہے۔ آج تو سفاک اسرائیل کی سفاکی اور بربریت مزید شدت اختیار کرتی جارہی ہے۔ فلک گواہ ہے کہ ایسا کوئی دن نہیں جب فلسطین میں فلسطینی شہید نہ کئے جارہے ہوں اور ان کے گھروں کو اور مسجدوں کو نشانہ نہ بنایا جارہا ہو۔ آج اُن کی عورتوں کی عزت وآبرو خطرہ میں ہے۔ دشمنوں نے معصوم بچوں پر بھی ترس کھانا چھوڑ دیا ہے۔ فلسطینیوں کے ہسپتالوں کو ویرانیوں میں تبدیل کیا جارہا ہے اور مجموعی طور پر اُن کی معیشت تباہ کی جارہی ہے۔ چنانچہ ہمیں دنیا کی تقریباً تمام زبانوں کے انصاف پسند شعراء کی شعروشاعری میں مسئلۂ فلسطین کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ مسئلۂ فلسطین نے اُردو زبان کے شعروادب سمیت دنیا کی دیگر زبانوں کے شعروادب کو بھی مالامال کیا ہے۔ لہٰذا فلسطینی اور ہمنوا، یہ جنگ نہ صرف تلوار سے لڑ رہے ہیں بلکہ الفاظ کے سہارے بھی لڑ رہے ہیں۔ اس طرح ہندوستان سمیت دیگر ممالک کی مزاحمتی شاعری اور جذباتی شاعری میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔

فلسطین کا قومی شاعر محمود درویش، اور دیگر عربی شاعر جیسے عدیل وجدان، سمیع القاسم، سلمیٰ الخضر الجیوبی، نزار قبانی، نازک الملائکہ، عبدالوہاب البیاتی، عرہ فدوی اور توفیق زیاد وغیرہ کی شاعری میں ہمیں ایک طرف اسرائیل کی جارحیت، جنگی جرائم، یہودیوں کے وسیع تر اسرائیل کے ناپاک منصوبہ کے تحت اس کے غاصبانہ قبضہ کی گونج سنائی دیتی ہے تو وہیں دوسری طرف فلسطینیوں کی جدوجہد آزادی، اپنے وطن کی خاطر جذبۂ شہادت، کرب وبلا، عزم محکم، یقینِ کامل اور ان کی ایمانی قوت کو بھی نہایت پُرسوز انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس موضوعِ سخن کا سب سے بلند پایہ شاعر جسے مسلسل قید وبند کی صعوبتیں اُٹھانی پڑیں اور بالآخر ملک بدر ہونا پڑا وہ فلسطین کا قومی شاعر محمود درویش ہی ہے جس کی ایک نظم کا منظوم اُردو ترجمہ (چند اشعار) ملاحظہ کیجئے، جو نظم اُنہوں نے اپنی جلاوطنی کے دوران لکھی تھی:

تمہاری طرف سے ایک اور ٹینک
ہماری طرف سے پتھر، تمہاری طرف سے آنسو گیس
ہماری طرف سے آنسو اور بارش
ہمارے لئے اور تمہارے لئے بھی ہوا
جاؤ چلے جاؤ کسی رقص کی تقریب میں
اس لئے لے لو ہمارے خون میں سے اپنا حصہ اور چلے جاؤ
جہاں تک ممکن ہو سکے!

ان میں سے زیادہ تر شعرائے کرام کی نظموں کا منظوم اُردو ترجمہ، پاکستان کے امجد اسلام امجد نے کیا ہے۔ ایک نمونہ دیکھئے: (اصل نظم: نازک الملائکہ کی ہے)

غم کے بے نام الاؤ سے رہائی دے دے
نطق خاموش کو پھر نغمہ سرائی دے دے

ہم نے روتی ہوئی آنکھوں سے اُٹھائی پلکیں اور اُمید بھرے دل سے کہا ائے گئی رات کے مہمان، بتا کون ہے تو؟

پوری دنیا کے مسلم شعراء کے علاوہ مختلف مما لک کے دیگر غیر مسلم شعراء جیسے جارج گیلو، لیلیٰ خالد، ایڈورڈ سعید اور رحنا اشروی کی شاعری میں بھی ہمیں مسئلۂ فلسطین کی صدائے بازگشت واضح طور پر سنائی دیتی ہے۔ آئیے مسئلۂ فلسطین پر ایک طائرانہ نظر ڈال لیں تا کہ اس مسئلہ کی افہام وتفہیم میں آسانی ہو سکے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ میں فلسطین پر عیسائیوں کا قبضہ تھا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کا قیام عمل میں آیا۔ پہلے خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد دوسرے خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مسلمانوں نے عیسائیوں سے ۱۵ ہجری (۶۳۷ ء) میں بیت المقدس کو فتح کیا۔ خلیفۂ دوم رضی اللہ عنہ نے یہاں یہودیوں کو بیت المقدس کی زیارت کی اجازت دے دی جبکہ عیسائیوں نے پابندی لگائی ہوئی تھی۔ پھر صلیبی جنگیں ہونے لگیں، وقت گذرتا گیا صلیبی جنگیں جاری رہیں۔ ادھر خلافت راشدہ کے خاتمہ پر ملوکیت یا سلطنت کا نظام وجود میں آیا اور عیسائی پھر سے بیت المقدس پر قابض ہو گئے اور وہ مسلمانوں اور یہودیوں دونوں کا قتل عام کرنے لگے۔ یہودی ظلم وستم سے تنگ آ کر نقل مکانی کر جرمنی، مشرقی یورپ اور روس آ گئے۔ پھر سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار پھر ۵۸۳ ھ میں عیسائیوں سے بیت المقدس واپس لے لیا۔ اب یہودیوں کی تعداد یہاں بہت کم رہ گئی تھی۔ یہودیوں نے پھر نقل مکانی شروع کی اور اس بار ان کی

ایک بڑی تعداد امریکہ اور برطانیہ منتقل ہوگئی اور کچھ دوبارہ فلسطین آگئے۔ ادھر خلافت راشدہ جو ملوکیت یا سلطنت میں تبدیل ہو چکی تھی اپنے آخری دور میں داخل ہو رہی تھی۔ یعنی سلطنت عثمانیہ کا دور آگیا تھا۔ اس دورِ عثمانیہ میں دو اہم واقعات پیش آئے۔

پہلا: صیہونیت (زیونزم) کی تحریک نے جنم لیا اور یہودیوں کے لئے الگ ملک کے نعرے بلند ہونے لگے اور پھر انہوں نے فلسطین کو ہی الگ ملک کے طور پر اپنا ملک منتخب کر لیا اور دوسرا: پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) وقوع پذیر ہوگئی اور سلطنت عثمانیہ نے اس جنگ میں جرمنی کا ساتھ دے دیا اور جرمنی ہار گیا۔ چنانچہ ہارنے کے بعد برطانیہ نے سلطنت عثمانیہ کا شیرازہ بکھیر دیا۔ سلطنت عثمانیہ کے ماتحت مختلف علاقے مختلف یورپی قوتوں کے قبضے میں آگئے اور فلسطین پر برطانیہ کا قبضہ ہوگیا۔ اس وقت تک مسلمان یہاں اکثریت میں تھے اور یہودی پوری طرح اقلیت میں آچکے تھے۔ ۱۹۱۷ء میں برطانیہ کے وزیر خارجہ آرتھر جیمس بالفور نے ''اعلان بالفور'' کے تحت فلسطین میں یہودیوں کے لئے الگ ملک بنائے جانے کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ اب یہاں مسلمانوں میں اس اعلان کے خلاف شدید ردعمل ہوا۔ خونریز تصادم ہونے لگے یہاں تک کہ برطانیہ نے اس علاقہ فلسطین سے چلے جانے کا فیصلہ کر لیا اور مسئلہ فلسطین کو اقوام متحدہ کے حوالہ کر دیا۔ اقوام متحدہ نے ۱۹۴۷ء میں فیصلہ کر فلسطین کو دو ریاستوں میں تقسیم کر ڈالا۔ مغربی علاقہ یہودیوں کو دے دیا اور مشرقی علاقہ مسلمانوں کو دے دیا۔ اور بیت المقدس کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ چنانچہ یہودیوں کے ناپاک حوصلوں کو طاقت ملی اور انہوں نے اقوام متحدہ کی مدد سے ناجائز طور پر ۱۴ رمئی ۱۹۴۸ء کو یہاں اپنے لئے ایک الگ ملک اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا اور اس طرح عرب اسرائیل جنگ کا باضابطہ آغاز ہوگیا۔ جنگ کی یہ صورت حال ۱۹۶۷ء تک اُسی طرح قائم رہی پھر عرب اسرائیل جنگ کے خاتمہ پر اسرائیل نے یہاں کے مقدس مقامات سمیت پورے فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ اُس وقت سے فلسطینی اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور غاصب اسرائیل اپنے وسیع تر اسرائیل کے خواب کی تعبیر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مسلسل اپنی جارحیت جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس دوران یہاں پہلے تو یہودیوں کے بسنے کی پیش کش کو کئی مرتبہ یہودیوں نے ٹھکرا دیا اور بعد میں یہاں بسنے کے لئے ہوئے کئی معاہدوں کی خلاف ورزی شروع کر دی۔ بالآخر عرب کی ایک مخصوص قیادت (سارے عرب شامل نہیں ہیں) اور اسرائیل نے ۱۳ رستمبر ۱۹۹۳ء کو دستخط کر اسرائیل کو اپنے لئے ایک جائز ملک تسلیم کر لیا۔ اب یہاں مسلمانوں کی بستیوں کو مسمار کرتے ہوئے برطانیہ اور امریکہ کے زیر سایہ یہودیوں کی بالجبر آبادکاری کا سلسلہ جو جاری ہوا تو وہ آج بھی کسی بھی طرح تھمتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ اس وقت المیہ یہ کہ ایران، عرب ممالک اور تمام عدل پسند ممالک کے اظہار یکجہتی کے باوجود یہاں مسلمان کمزور ہیں اور روز بروز کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں، ریشہ دوانیوں کا شکار ہو رہے ہیں جبکہ یہودی، برطانیہ اور امریکہ کی مدد سے بہت مضبوط پوزیشن میں آچکے ہیں۔ اس منظر نامہ کی پیش کش کے زیر اثر امن عالم اور احترام انسانیت میں

یقین رکھنے والے تمام شعراء اور ادباء کے قلم میں جنبش ہے اور یہودیوں کی مخالفت اور مسلمانوں کی حمایت میں مسئلۂ فلسطین اُن کا موضوعِ سخن بنا ہوا ہے۔ وہ مسلسل ناانصافی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں۔ ہندوپاک اور بنگلہ دیش کے شعراء بھی اس احتجاج میں پوری شدت کے ساتھ شامل ہیں۔ ان کے کلام میں مسئلۂ فلسطین کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔

علامہ اقبال نے اپنی حیات میں یہودیوں کے خلاف اور مسلمانوں کے حق میں اپنی شاعری میں پرزور وکالت کی ہے۔ ہندوپاک میں علامہ اقبال کے بعد اس ضمن میں بڑا شاعر فیض احمد فیض ہے جن کی مشہور و معروف نظم ''لوری'' کے ابتدائی چند مصرعے ملاحظہ فرمائیے:

مت رو بچے
رو رو کے ابھی
تیری امی کی آنکھ لگی ہے
کچھ ہی دیر پہلے
اپنے غم سے رخصت لی ہے
تیرے ابا نے
اپنے غم سے رخصت لی ہے

ان شعراء نے اپنی نظموں میں فلسطینیوں کے ساتھ دل کھول کر اپنی یکجہتی کا اظہار کیا ہے۔ پھر حبیب جالب تو وہ بڑے شاعر ہیں جنہوں نے خاموش تماشائیوں کو بھی متنبہ کیا ہے، کہتے ہیں:

روشنیوں کی راہ میں جو دیوار بنے گا، نہیں رہے گا
غاصب کو جو غاصب کھل کر نہیں کہے گا، نہیں رہے گا

اور پھر احمد ندیم قاسمی، احمد فراز، فہمیدہ ریاض، کشور ناہید، زہرہ نگاہ، شاہدہ حسن، ابن انشا، اسلم فرخی، امجد اسلام امجد، زاہدہ حنا، عائشہ مسرور، فِ س اعجاز، رفعت سروش، آصف فرخی اور محمد کاظم کی شاعری میں مسئلۂ فلسطین کی صدائے بازگشت بہت اچھی طرح سنائی دیتی ہے۔ غاصب اسرائیل کے خلاف اور مظلوم فلسطین کے حق میں جن اُردو شعراء کے کلام ہمیں ملتے ہیں اُن میں نعیم صدیقی (یروشلم یروشلم)، قیصرالجعفری (حریف جاں سے کہو)، فاضل جمیلی (یروشلم ہے کہ راہ غم۔۔۔ہے)، ادا جعفری (مسجد اقصیٰ، خارزاروں کو کس آبلہ پا کی تلاش)، شمس غازی آبادی (مجاہد فلسطین)، انتظار نعیم (انتباہ، مصائب)، انعام اللہ خان ناصر، بطور خاص نمایاں ہیں۔ انتظار نعیم نے اپنی تحریر کردہ کتاب ''ارض فلسطین'' میں ہندوپاک اور بنگلہ دیش کے علاوہ دیگر ممالک کے تقریباً دوسو

شعراء کا کلام جمع کر دیا ہے۔ اسی طرح فراست رضوی نے بھی ”سلام فلسطین“ لکھی جس کتاب میں انہوں نے ۳۷ نظمیں اس موضوع پر شامل کیا ہے۔ ان تمام شعراء کی شعروشاعری میں ہمیں فلسطین کے بے قصوروں کے لئے التماس دعا، اُن کی شجاعت و بہادری، ان کی ایمانی قوت، ارض مقدس کی آزادی، بشر اور بشریت کو تاراج کرنے والی قوتوں کی سخت مخالفت، صہیونیت اور صہیونیت کی پشت پناہی کرنے والوں کے خلاف صدائے بلند اور قیام امن کی سعی کرنے والوں کے حق میں صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ اہل ایمان کا پختہ ایمان اور عقیدہ کامل ہے کہ مقصد بعثتؐ کی تکمیل اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اللہ کا دین، قیامت سے قبل پوری دنیا پر اسی طرح قائم نہ ہو جائے جس طرح اللہ کے آخری رسول: محمد مصطفیٰ ﷺ نے جزیرہ نما عرب میں قائم کر کے دکھا دیا تھا۔ اہل ایمان یعنی مسلمان کے اسی عقیدہ کے لئے علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ:

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

حواشی :

(۱) مسئلۂ فلسطین: مؤلف: ایڈورڈ سعید: ترجمہ: شاہد جمیل
(۲) فلسطین اور اسرائیل جنگ کی تاریخ: مولانا سفیان علی فاروقی
(۳) مسئلۂ فلسطین اور علامہ اقبال: مہناز ناظم
(۴) علامہ اقبال اور مسئلۂ فلسطین: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: جون ۲۰۱۰ء: اقبالیات
(۵) میرے زخموں نے کئے کتنے فلسطین آباد: قرطاس ادب: ۱۵/ اکتوبر، ۲۰۲۳ء

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

اس کیو-آر کوڈ کے ذریعے :

- دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی موجودہ اہم مطبوعات حاصل کرسکتے ہیں۔
- سہ ماہی مجلہ ”المجیب“ کی پی، ڈی، ایف آن لائن ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔
- خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف اور یہاں کے تمام شعبہ جات کی مکمل معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔
- یوٹیوب، فیس بک اور واٹس ایپ وغیرہ پر رویت ہلال، اعراس ومجالس کے اعلانات ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

https//:linktr.ee/khanquahmujeebia

احکام اسلامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے میں کہ

(۱) جمعہ کی دوسری اذان کو دہرانے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) اقامت کے کلمات کو دہرانے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) وضو کے دوران اگر اذان شروع ہو جائے تو اذان کے کلمات دہرائے جائیں گے یا نہیں؟

(۴) مسجد میں فرض نماز کے دوران اگر ریح خارج ہو جائے تو کیا نماز چھوڑ کر صف سے نکل جانا چاہیے؟

(۵) مسجد حرام مکہ مکرمہ، مسجد نبوی مدینہ منورہ اور مسجد اقصی میں امام کی اقتداء میں تکبیر اولی کے ساتھ فرض نماز پڑھنے کا ثواب کتنا ہے؟

(۶) حدود حرم میں کسی عام مسجد میں امام کی اقتداء میں تکبیر اولی کے ساتھ فرض نماز پڑھنے کا ثواب کتنا ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں صراحت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی

محمد اسلام

چٹکوہرا، پٹنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وھو الموفق للصواب

(۱) اذان سننے والے کو موذن کا جواب دینا یعنی اذان کے کلمات کو دہرانا چاہیے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم لوگ اذان سنو تو موذن کے کلمات کی طرح تم بھی کہو۔ فقہاء کرام نے حدیث میں حکم کو دیکھتے ہوئے اس کو واجب قرار دیا ہے۔ بعض فقہاء نے اذان کے جواب دینے کو مستحب بھی کہا ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول الموذن ـــ(صحیح البخاری، صحیح مسلم)

وفی الخلاصة: ومن سمع الاذان فعلیه ان یجیب ۔ ۔ ۔ وفی فتاوی قاضی خان : اجابة الموذن فضیلة وان ترکھا لایاثم۔ ۔ ۔ وفی المحیط : یجب علی السامع للاذان الاجابة ۔ ۔ ۔ والظاھر ان الاجابة باللسان واجبة لظاھر الامر فی قوله صلی اللہ علیه وسلم : اذا سمعتم الموذن فقولوا مثل ما یقول۔ اذ لا تظھر قرینة تصرف عنه ـــ(البحر الرائق، باب الاذان)

واما بیان مایجب علی السامعین عند الاذان فالواجب علیھم الاجابة ـــ(بدائع الصنائع، فصل بیان مایجب علی السامعین عند الاذان)

والظاھر وجوبھا باللسان لظاھر الامر فی حدیث : اذا سمعتم الموذن فقولوا مثل مایقول ۔ کما بسط فی البحر واقرہ المصنف وقواہ فی النھر ناقلا عن المحیط وغیرہ ـــ(الدر المختار، باب الاذان)

جمعہ کے دن دوسری اذان جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد ہوتی ہے یہ بھی اذان ہے اس لئے اس کا جواب بھی دینا چاہیے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر موذن کی اذان کا جواب دینا ثابت ہے۔صحیح بخاری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کو روایت کرتے ہیں۔خطبہ شروع ہونے سے قبل جب امام منبر پر بیٹھ جائے اور اذان ثانی ہونے لگے تو اس وقت دنیاوی کلام مکروہ ہے، دینی کلام یعنی دعاء واذکار وغیرہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔اذان کا جواب دینا بھی ذکر ودعاء ہے۔ اس لئے اس میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے اور خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت موجود ہے۔اذان ثانی کے بعد دعاء کا بھی یہی حکم ہوگا جب امام کے خطبہ شروع کرنے سے قبل مکمل کرلی جائے۔

عن ابی أمامة بن سھل بن حنیف قال سمعت معاویة بن ابی سفیان وھو جالس علی المنبر اذن الموذن قال: اللہ اکبر اللہ اکبر، قال معاویة : اللہ اکبر اللہ اکبر، قال: اشھد ان لا اله الا اللہ، فقال معاویة : وانا، قال: اشھد ان محمدا رسول اللہ، فقال معاویة: وانا، فلما ان قضی التاذین قال: یا ایھا الناس! انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی ھذا المجلس حین اذن الموذن یقول ما سمعتم منی من مقالتی ـــ(صحیح البخاری، باب یجیب الامام علی المنبر اذا سمع النداء)

قوله: واذا خرج الامام یوم الجمعة یعنی لاجل الخطبة ترك الناس الصلاة والکلام حتی یفرغ من خطبته یرید به ماسوی التسبیح ونحوہ علی الاصح ، وقال بعضھم کل کلام، وھذا عند ابی حنیفة وقالا: لاباس بالکلام قبل الخطبة وبعدھا قبل التکبیر ـــ(العناية، باب الجمعة ۲/۶۷)

واختلفوا علی قوله، فقال بعضھم: یکرہ کلام الناس، اما التسبیح واشباھه فلا یکرہ، وقال بعضھم: یکرہ ذلك، والاول اصح۔ (البناية ۳/۸۴)

وفی النھاية: اختلف المشائخ علی قول ابی حنیفة، قال بعضھم :انما کان یکرہ ما کان من کلام الناس،

اما التسبیح ونحوہ فلا، وقال بعضھم: کل ذلك مکروہ والاول اصح۔ (البحر الرائق، باب صلاۃ الجمعۃ)

وینبغی لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب—(الدر المختار) مراعاۃ لقول الامام بکراھۃ الکلام مطلقاً اذا صعد الخطیب المنبر. لکن سیاتی فی الجمعۃ أن الاصح جواز الاذکار عندہ قبل شروعہ فی الخطبۃ فلا مانع من الاجابۃ—(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر ۱/۱۸۹،۱۸۸)

قولہ: وکلامہ یقطع الکلام، وبھذا اخذ ابو یوسف ومحمد ومالك و الجمھور ، قال ابو حنیفۃ: یجب الانصات بخروج الامام کذا فی المرقاۃ، وفی النھایۃ والبنایۃ وغیرھما: اختلف المشائخ علی قولہ ، فقال بعضھم یکرہ کلام الناس، اما التسبیح وغیرہ فلا یکرہ. وقال بعضھم :یکرہ ذلك کلہ. والاول اصح۔ انتھی۔ ۔ ۔ قلت: بھذا یظھر ضعف ما فی الدر المختار نقلاً عن النھر الفائق: ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب وان یجیب اتفاقا فی الاذان الاول یوم الجمعۃ۔ انتھی۔ وجہ الضعف اما أولاً : فلانہ لاوجہ لعدم الاجابۃ عندھما لانہ لایکرہ عندھما الکلام الدینی قبل الشروع فی الخطبۃ بل لا یکرہ الکلام مطلقا عندھما قبلہ علی ما نقلہ جماعۃ علی خلاف ما ینقلہ صاحب العون وغیرھم وأما ثانیا: فلانہ لاوجہ لعدم الاجابۃ علی مذھبہ ایضاً علی ما ھو الاصح انہ لایکرہ الکلام مطلقاً بل الکلام الدنیوی، وقد ثبت فی صحیح البخاری ان معاویۃ رضی اللہ عنہ اجاب الاذان وھو علی المنبر وقال: یا ایھا الناس ! انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا المجلس حین اذن الموذن یقول مثل ما سمعتم منی مقالتی۔ فاذا ثبتت الاجابۃ عن صاحب الشرع وصاحبہ فما معنی الکراھۃ—(التعلیق الممجد ۱/۳۳۷ و السعایۃ ۲/۵۳)

(۲) اذان کی طرح اقامت کا بھی جواب دینا چاہئے۔اقامت کا جواب دینا مستحب ہے۔اس میں قد قامت الصلاۃ کے جواب میں اقامھا اللہ وادامھا کہنا چاہئے۔

عن ابی أمامۃ او عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن بلالا أخذ فی الاقامۃ فلما ان قال قد قامت الصلاۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :اقامھا اللہ وادامھا—(سنن ابی داؤد، باب ما یقول اذا سمع الاقامۃ)

وفی فتح القدیر :ان اجابۃ الاقامۃ مستحبۃ ۔ وفی غیرہ: انہ یقول اذا سمع قد قامت الصلاۃ: اقامھا اللہ وادامھا—(البحر الرائق، اجابۃ الموذن)

ویجیب الاقامۃ ندباً اجماعاً کالاذان ویقول عند قد قامت الصلاۃ اقامھا اللہ وادامھا—(الدر المختار، باب الاذان)

(۳) وضو کرنے کے وقت اگر درمیان میں اذان شروع ہوجائے تو اس کے جواب دینے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو وضو روک دے اور اذان کا جواب دے۔اذان مکمل ہوجائے تو وضو پورا کرے۔ یا وضو کو جاری رکھے اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد کلمات اذان کا جواب دے۔کیونکہ کھانا کھانے یا تعلیم وتدریس کے دوران اذان ہونے لگے تو اس کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے، فارغ ہونے کے بعد اگر زیادہ دیر نہیں ہوئی ہو تو اس کا جواب دے گا۔وہی حکم وضو کے دوران اذان کا بھی ہوگا۔

ویجیب وجوبا وقال الحلوانی ندبا والواجب الاجابۃ بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا لا حائضا ونفساء وسامع خطبۃ وفی صلاۃ جنازۃ وجماع ومستراح واکل وتعلیم علم وتعلمہ۔۔۔(الدر المختار، باب الاذان)

و تنبیہ۔ ھل یجیب بعد الفراغ من ھذہ المذکورات ام لا؟ ینبغی انہ ان لم یطل الفصل فنعم وان طال فلا اخذا مما یاتی۔۔۔(رد المحتار، باب الاذان)

(۴) نماز کے دوران وضوٹوٹ جائے تو وہاں صف میں کھڑا نہ رہے بلکہ جا کر وضو کرے اور اسی نماز کو مکمل کر لے یا پھر نئے سرے سے نماز پڑھے۔حدیث میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی نماز میں ریح خارج ہو جائے تو وہ وہاں سے ہٹ جائے اور وضو کر کے دوبارہ نماز ادا کرے۔دوسری حدیث میں ہے کہ وضو کر کے اسی کو مکمل کر لے۔

عن علی بن طلق قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا فسا أحدکم فی الصلاۃ فلینصرف فلیتوضأ ولیعد صلاتہ۔۔۔(سنن ابی داؤد: باب اذا احدث فی صلاتہ یستقبل، السنن الکبری للبیہقی ۲/۲۵۵)

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من اصابہ قئ او رعاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضا ثم لیبن علی صلاتہ وھو فی ذلک لا یتکلم۔۔۔(سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی البناء علی الصلاۃ، السنن الکبری للبیہقی ۲/۲۵۵)

فان سبقہ الحدث او غلبہ انصرف ای من ساعتہ من غیر توقف۔۔۔(الجوھرۃ النیرۃ ص: ۱۹۴)

اس لئے وضوٹوٹنے کے بعد صف میں کھڑے رہنا درست نہیں ہے۔فوراً صف سے ہٹ جائے اور جا کر وضو کرے اور نماز کی تکمیل کرے یا نئے سرے سے پڑھے۔

(۵) مسجد حرام (مکہ مکرمہ) میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر ہے، مسجد نبوی (مدینہ منورہ) میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں نماز پڑھنے کا ثواب پانچ سو نمازوں کے ثواب کے برابر ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: صلاۃ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلاۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام۔۔۔(صحیح البخاری، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ)

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام۔۔۔(مسلم، باب فضل الصلاۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ)

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: صلاۃ فی مسجدی افضل من الف صلاۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام، وصلاۃ فی المسجد الحرام افضل من مائۃ الف صلاۃ فیما سواہ۔۔۔(سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی فضل الصلاۃ فی المسجد الحرام ومسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

روی البزار والطبرانی من حدیث ابی الدرداء رفعه: الصلاة فی المسجد الحرام بمائة الف صلاة، والصلاة فی مسجدی بالف صلاة، والصلاة فی بیت المقدس بخمس مائة صلاة۔ قال البزار: اسنادہ حسن۔(فتح الباری)

عن ابی الدرداء قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:الصلاة فی المسجد الحرام بمائة الف صلاة، والصلاة فی مسجدی بالف صلاة، والصلاة فی بیت المقدس بخمس مائة صلاة۔رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجاله ثقات—(مجمع الزوائد للهیثمی، باب الصلاة فی المسجد الحرام ومسجد النبی صلی الله علیه وسلم ومسجد بیت المقدس)

لیکن ان احادیث میں تکبیر اولی کی قید نہیں ہے۔تکبیر اولی کی قید اس حدیث میں ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ جس نے چالیس روز تک باجماعت تکبیر اولی کے ساتھ نماز پڑھی اس کے لیے دو چیزوں سے براءت (نجات) لکھ دی جاتی ہے۔ (۱) آگ سے یعنی نارِ جہنم سے نجات اور (۲) نفاق سے نجات۔

عن انس بن مالك قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من صلی لله اربعین یوما فی جماعة یدرك التکبیرة الاولی کتبت له براءتان، براءة من النار وبراءة من النفاق—(سنن الترمذی، باب ماجاء فی فضل التکبیرة الاولی)

مسجد نبوی (مدینہ منورہ) میں مسلسل چالیس وقت کی نماز پڑھنے پر بھی یہ فضیلت ہے، اس میں ان دونوں براءت کے ساتھ عذاب سے براءت کا بھی ذکر ہے۔ مگر اس میں تکبیر اولی کی قید نہیں ہے۔

عن انس بن مالك عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال: من صلی فی مسجدی اربعین صلاة لایفوته صلاة کتبت له براءة من النار و نجاة من العذاب وبرئ من النفاق—(مسند احمد بن حنبل: مسند انس بن مالك، المعجم الاوسط للطبرانی ۳۲۵/۵)

قال الهیثمی: رجاله ثقات۔ (مجمع الزوائد ۶۷۳/۳)

(۶) کثرت ثواب سے متعلق حدیث میں مسجد حرام سے حدودِ حرم مراد ہے۔ یعنی مسجد حرام میں نماز پر کثرتِ ثواب کی فضیلت تمام حدودِ حرم کو شامل ہے۔حرم کے حدود میں جہاں بھی نماز پڑھی جائے گی اس کا ثواب ایک لاکھ نماز کے ثواب کے برابر ملے گا۔لیکن مدینہ منورہ میں کثرتِ ثواب صرف مسجد نبوی کے ساتھ خاص ہے۔مسجد نبوی میں نماز پڑھنے پر ایک ہزار نماز کا ثواب ملے گا، مدینہ منوہ میں کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے پر عام مساجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا۔واضح رہے کہ ثواب کی کثرت کا تعلق فرض نمازوں سے ہے۔نوافل سے نہیں ہے۔

پورے مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم میں ثواب کی زیادتی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مکہ مکرمہ میں مسجد حرام جانے کے بجائے بلاضرورت عام مسجدوں میں نماز پڑھتے رہیں، مسجد حرام میں بہت بڑی جماعت ہوتی ہے۔جماعت کی کثرت سے بھی ثواب

بڑھتا ہے۔ اس لئے مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حدثنا الربیع بن صبیح قال: سمعت عطاء بن ابی رباح یقول: بینما ابن الزبیر یخطبنا اذ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام، وصلاۃ فی المسجد الحرام تفضل بمائۃ۔ قال عطاء: فکانہ مائۃ الف۔ قال: قلت: یا ابا محمد! ھذا الفضل الذی تذکر فی المسجد الحرام وحدہ او فی الحرم؟ قال: لا بل فی الحرم، فان الحرم کلہ مسجد — (مسند ابی داؤد الطیالسی ۶۱۴/۱، شعب الایمان للبیہقی ۴۸۵/۳)

وذکر البیری فی شرح الاشباہ فی احکام المساجد: ان المشھور عند اصحابنا ان التضعیف یعم جمیع مکۃ بل جمیع

حرم مکۃ الذی یحرم صیدہ کما صححہ النووی — (رد المحتار، مطلب فی طواف الزیارۃ)

وفی البیری: واختلف فی المراد بالمسجد الحرام الذی فیہ المضاعفۃ المذکورۃ، فقیل بقاع الحرام، وقیل الکعبۃ، ومافی الحجر من البیت، وقیل الکعبۃ وماحولھا من المسجد، وجزم بہ النووی، وقال: انہ الظاھر، وقال الشیخ ولی الدین العراقی: ولا یختص التضعیف بالمسجد الذی کان فی زمنہ بل یشمل جمیع مازید فیہ، بل المشھور عند اصحابنا انہ یعم جمیع مکۃ بل جمیع حرمھا الذی یحرم صیدہ کما صححہ النووی انتھی ما افادہ شیخ مشائخنا محمد بن ظھیرۃ القرشی الحنفی المکی۔ انتھی ملخصاً۔ تنبیہ: ھذہ المضاعفۃ خاصۃ بالفرض لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم: "صلاۃ احدکم فی بیتہ افضل من صلاتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبۃ"، والا وقع التعارض بینہ وبین الحدیث الاول۔ کذا حکاہ ابن رشد المالکی فی القواعد عن ابی حنیفۃ کما فی الحلیۃ عن غایۃ السروجی۔ وتمامہ فیھا — (رد المحتار، مطلب فی افضل المساجد)

فائدۃ: لما کان الاعتبار للتسمیۃ عندنا لم یختص ثواب الصلاۃ فی مسجدہ علیہ الصلاۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ — (الدر المختار، باب شروط الصلاۃ)

ویؤیدہ ان فی بعض طرق الحدیث بدون اسم الاشارۃ وعلی ذکرھا فھی لا لتخصیص البقعۃ بل لدفع ان یتوھم دخول غیر المسجد المدنی من بقیۃ المساجد التی تنسب الیہ صلی اللہ علیہ وسلم التی ذکرھا اصحاب السیر واللہ تعالی اعلم — (رد المحتار، باب شروط الصلاۃ)

فقط واللہ تعالی اعلم

بدر احمد مجیبی

۱۴؍ربیع الاول ۱۴۴۶ھ

دار الافتاء خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

تجاویز فقھی سمینار

اسلامی فقہ اکیڈمی ہند کا تینتیسواں (۳۳) فقہی سمینار دارالعلوم بالاساتھ سیتامڑھی میں منعقد ہوا، اس میں متعدد اہم تجاویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی ہیں، ان کو قارئین المجیب کی استفادہ کی لئے پیش کیا جارہا ہے—(ادارہ)

علاج ومعالجہ میں کمیشن اور مقررہ تاریخ ختم ہونے کے بعد دواؤں کی فروختگی

(۱) ڈاکٹر دوا کی تجویز اور لیباریٹری کے انتخاب میں مریض کی مصلحت کو پیش نظر رکھے، صرف اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کسی مخصوص کمپنی یا میڈیکل اسٹور سے دوالینے یا معین لیباریٹری یا جانچ سنٹر سے ٹسٹ کرانے کا پابند بنانا جائز نہیں ہے۔

(۲) دوا یا ٹسٹ پر مطالبہ یا شرط کے ساتھ ڈاکٹر کا کمیشن لینا جائز نہیں ہے، اور شرط یا مطالبہ کے بغیر بھی لے تب بھی جائز نہیں ہے، اگر لے لیا ہے تو صدقہ کردے۔

(۳) کسی معتبر ادارے کے ٹسٹ وغیرہ کی رپورٹ محض اس وجہ سے مسترد کر دینا کہ وہ ادارہ اس ڈاکٹر کا متعین کردہ نہیں ہے ظلم اور ناجائز ہے، ڈاکٹر کے لئے ایسا کرنا غیر انسانی وغیر اخلاقی عمل ہے۔

اسی طرح مریض سے بلاضرورت ٹیسٹ کرانا، یا اس کے لئے بلاضرورت دوائیں لکھنا بھی ظلم اور ناجائز ہے۔

(۴) اس وقت میڈیکل ٹورزم ایک طبی ضرورت بن چکا ہے، اور صحیح علاج اور مناسب اسپتال تک رسائی کے لئے بسا اوقات میڈیٹر اور مترجم کی ضرورت پڑتی ہے، لہذا میڈیٹر کے لئے مریض کے فائدے کو پیش نظر رکھ کر ماہر ڈاکٹر اور معتبر ہاسپٹل کی رہنمائی اور محنت کرنے پر معروف ومروج محنتانہ لینا جائز ہے، لیکن کسی بھی صورت میں مریض کا استحصال اور اس کے ساتھ دھوکہ حرام ہے۔

(۵) دواؤں کے استعمال کے لئے مقررہ تاریخ (Expiry Date) کے بعد اس دوا کو فروخت کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

(۶) مقررہ تاریخ کے بعد اگرچہ مضرت کے اعتبار سے دوا اور غذا میں فرق ہے، تب بھی دونوں سے احتیاط کرنا چاہئے، اور اشیاء خورد ونوش کے تعلق سے ہر ملک کے قانون کی رعایت کرنی چاہئے۔

(۷) ایکسپائر دوا یا غذا سے کوئی نقصان ہو تو فروخت کنندہ اس کا ضامن ہوگا۔

ضروری ہدایات:

(الف) ملک بھر سے آنے والے علماء وارباب افتاء کا یہ وقیع اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ علاج انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور خدمت ہے، اس کو تجارت بنانے سے روکا جائے، علاج کو سستا کرنے کی کوشش کی جائے، اس جہت سے عوام پر جو ظلم ہو رہا ہے اس کا سد باب کیا جائے، اس سلسلہ میں جو ملکی قوانین موجود ہیں، ان کو سختی سے نافذ کیا جائے اور حسب ضرورت عوام کے مفاد میں نئے قوانین لائے جائیں۔

(ب) یہ اجلاس ڈاکٹروں سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ اللہ نے آپ کو ایک معزز پیشہ سے متعلق کیا ہے جو انسانی خدمت کے لحاظ سے بہت اہم ہے، اس لئے آپ مریضوں کے ساتھ ہمدردانہ اور خیر خواہانہ رویہ اختیار کریں، انہیں بے جا طریقے پر زیر بار نہ کیا جائے اور اس بات کا خیال رکھیں کہ شرعی حدود کے دائرہ میں رہتے ہوئے جو کمائی ہو، چاہے وہ کم ہو لیکن اس میں اللہ کی طرف سے برکت ہوتی ہے اور اس میں آخرت کی بھی بھلائی ہے۔

(ج) ہاسپیٹل علاج کا مرکز ہے، جو مریضوں کے لئے ایک جگہ ساری طبی ضرورتیں فراہم کرنے کی ذمہ داری ادا کرتا ہے، یہ ایک جائز ذریعہ معاش ہے اور شریعت میں ایسے کاموں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، اس لئے اسپتال مالکان کو چاہئے کہ اپنے پیشے کے انسانی پہلوؤں کو سامنے رکھیں، مریضوں کا استحصال جیسے غیر ضروری جانچ متعین میڈیکل اسٹور سے دواؤں کی فراہمی، بیڈ کے حصول کے لئے زائد رقم وغیرہ کے مطالبہ سے بچیں، اور ایسی باتوں سے بچیں جو شرعا جائز نہیں ہیں اور ظلم کے دائرہ میں آتی ہیں۔

(د) اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ سمینار امت مسلمہ سے اپیل کرتا ہے کہ بڑی تعداد میں ایسے اسپتال قائم کرنے کی کوشش کریں جن میں اسلامی اصول کی رعایت کرتے ہوئے مریضوں کا علاج کیا جائے۔ انہیں انسانیت کی بنیاد پر علاج و معالجہ سے متعلق ہر ممکن سہولت فراہم کی جائے، اور اسے خدمت کے جذبہ سے کریں، خالص تجارت نہ بنائیں۔

....

تعلیمی ودعوتی کاموں کے لئے انٹرنیٹ سے استفادہ

آج مورخہ ۱۱ر نومبر ۲۰۲۴ء کو تجویز کمیٹی نے تعلیمی ودعوتی کاموں کے لئے انٹرنیٹ سے استفادہ کے موضوع پر غور کرتے ہوئے درج ذیل تجاویز پر اتفاق کیا:

(۱) جائز وصالح مقاصد کے لئے ڈیجیٹل تصاویر کے استعمال کی گنجائش ہے۔

(۲) تعلیم جیسی بنیادی ضرورت کے لئے تعلیمی اداروں میں بچوں کو اسکرین پر ریکارڈ شدہ مواد ویڈیو کی شکل میں پیش کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ ویڈیو مخرب اخلاق نہ ہو۔

(۳) دینی، دعوتی اور تعلیمی مقاصد کے لئے انٹرنیٹ سے استفادہ کی اجازت ہے، نیز امت مسلمہ کو باطل افکار ونظریات سے بچانے کی خاطر انٹرنیٹ پر ویڈیو کی شکل میں مستند ومفید معلومات نشر کرنا وقت کی ضرورت ہے، اور شرعاً جائز ہے۔

(۴) انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی مفید وصالح پروگرام کو افادۂ عام کی خاطر ویڈیو کی شکل میں محفوظ کرنا جائز ہوگا۔

(۵) انتظامی، تجارتی اور دینی مفید میٹنگیں زوم اور گوگل میٹ وغیرہ پر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز اس کی پوری کارروائی کو محفوظ اور ریکارڈ کرنا جائز ہوگا۔

(۶) انٹرنیٹ سے استفادہ کے دوران دینی اور تہذیبی اعتبار سے جو اشتہارات غیر شرعی اور غیر اخلاقی ہیں ان کو روکنے کی جو بھی تدبیر ہو سکتی ہے، اختیار کی جائے، خواہ اس کے لئے کوئی فیس ہی کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔

(۷) کسی جائز پروگرام میں دور تک موجود سامعین کی یکسوئی کے ساتھ استفادہ کی خاطر ٹی وی اسکرین لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، خواہ سامعین مرد ہوں یا عورتیں۔

(۸) تصویر والی شئ کے استعمال میں تصویر مقصود نہ ہو بلکہ خود وہ شئ مقصود ہو، نیز تصویر والی اشیاء تصویر کے لئے نہیں بلکہ ضرورت کی چیز ہونے کی وجہ سے خریدی جائیں تو اس کی اجازت ہوگی۔

(۹) اشتہارات، بینر، ہورڈنگ وغیرہ پر تشہیر کے لئے جاندار کی تصاویر کی اشاعت جائز نہیں ہے۔ یہ حکم عمومی ہے، خاص کر دینی اداروں اور تنظیموں کو اس سے مکمل اجتناب کرنا ضروری ہے۔

....

موجودہ دور میں فسق سے مراد اور اس پر مرتب ہونے والے احکام

فسق ایک خالص شرعی اصطلاح ہے، اور متعین طور پر کسی کو اس کا مصداق قرار دینے میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے، اس کے ثبوت کے لئے شرعی دلائل کی ضرورت ہوگی محض ظن وگمان کی بنیاد پر کسی کو فاسق قرار دینا درست نہیں ہے۔

(۱) فسق کا اطلاق گناہ کبیرہ کے ارتکاب یا گناہ صغیرہ کے اصرار پر ہوتا ہے۔

(۲) فاسق کی گواہی پر اگر قاضی کو اطمینان ہو تو رؤیت ہلال یا دیگر معاملات میں اس کی گواہی پر فیصلے کر سکتا ہے۔

(۳) مذہبی اداروں اور تنظیموں کا ذمہ داران ہی لوگوں کو بنانا چاہئے جو دیندار اور پابند شرع ہوں؛ البتہ اگر کسی مصلحت کی وجہ سے کسی غیر دیندار (فاسق) شخص کو بنا دیا جائے یا بزور طاقت از خود بن جائے تو جائز باتوں میں اس کی اطاعت کی جائے۔

(۴) اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف کوئی عقیدہ رکھنا فسق فی العقیدہ ہے، اگر ایسے شخص کا عقیدہ کفر تک نہ پہنچا ہو بلکہ فسق تک محدود ہو اور اپنے موافقین کے لئے جھوٹ بولنے کو جائز نہ سمجھتا ہو تو اس کی گواہی قبول کی جا سکتی ہے۔

(۵) فاسق اپنے فسق سے توبہ کرے اور قاضی کو اس پر اطمینان ہو جائے تو اس کی گواہی پر فیصلہ کر سکتا ہے۔

(۶) آپ ﷺ نے داڑھی رکھنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے، اس لئے کم از کم ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، اس کے باوجود اگر کچھ اہل علم اپنی تاویل و تحقیق کی بنیاد پر داڑھی کی کسی مقدار کو ضروری نہیں سمجھتے تو ان کو فاسق کہنے سے گریز کیا جائے۔

....

مصنوعی ذہانت (AI) سے استفادہ کا مسئلہ

مصنوعی ذہانت جدید ایجادات میں سے ہے اور ابھی ارتقائی مراحل میں ہے، یہ کمپیوٹر سائنس کی ایک شاخ ہے، جس کے ذریعہ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ ایسی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں، جن کے لئے انسان کو کافی سوچنا اور تحقیق کرنا ہوتا ہے، جدید ایجادات کے سلسلہ میں اسلام کا بنیادی تصور یہ ہے کہ جو چیز شریعت کے خلاف نہ ہو اور انسان کے لئے مضرت رساں بھی نہ ہو، اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اور جو چیز شریعت کے خلاف ہو یا انسان کے لئے نقصان دہ ہو اس کا استعمال جائز نہیں، اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل تجاویز منظور کی جاتی ہیں:

(۱) مصنوعی ذہانت کا استعمال فی نفسہ مباح ہے، اگر اسے جائز امور میں استعمال کیا جائے تو کوئی حرج نہیں؛ البتہ شرعی اور قانونی حدود و قیود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۲) مصنوعی ذہانت سے استفادہ کرنے میں درج ذیل شرطوں کا خیال رکھا جائے:

(الف) کسی غلط، فحش اور لایعنی چیز کی اشاعت کے لئے اس کا استعمال نہ ہو۔

(ب) تلبیس و تزویر سے مکمل اجتناب ہو، اور انصاف و سماجی و ماحولیاتی فوائد اور انسانی بہبود و ترقی میں معاون ہو۔

(ج) ملحدانہ مواد داخل (Feed) نہ کیا جائے۔

(د) قتل و قتال اور فساد کا باعث نہ ہو۔

(ہ) دیانت داری، راز داری کے خلاف نہ ہو۔

(۳) اے آئی پر موجود معلومات مشترکہ علمی سرمایہ ہے۔ اس سے استفادہ کرتے ہوئے علمی لیاقت کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسے میں اے آئی مثلاً **Chat GPT** سے تیار کردہ تحریر اور کتاب پر بہ حیثیت مرتب اپنا نام درج کرنے کی گنجائش ہے؛ نیز اگر کوئی اقتباس بعینہ اس سے نقل کیا گیا ہو تو اس کا حوالہ دینا اور ان معلومات کا حوالہ مذکور ہو تو ان کا تذکرہ کردینا ضروری ہے؛ البتہ اہل علم کو چاہئے کہ خاص طور پر دینی موضوعات پر لکھتے وقت صرف اس پر اعتماد نہ کریں بلکہ اصل مصادر سے رجوع کریں۔

(۴) اذان صرف اعلان نہیں؛ بلکہ عبادت بھی ہے اور مشین عبادت کی اہل نہیں؛ اس لئے اذان کے لئے اے آئی کا استعمال جائز نہیں۔

(۵) اے آئی کے ذریعہ فون پر ایک شخص کی اپنی آواز میں اس کی نہ کہی ہوئی بات بھی بولی جاسکتی ہے، اور اسی طرح آڈیو اور ویڈیو میں ایڈیٹنگ بھی کی جاسکتی ہے، لہٰذا فون کی آواز اور ویڈیو ریکارڈنگ کو قرینہ ظنیہ کے طور پر مانا جائے گا اور اسی کے مطابق احکام مرتب ہوں گے۔

(۶) اگر اساتذہ وعلمی کام کرنے والے اور ملازمت پیشہ افراد اے آئی سے استفادہ کرتے ہوئے اپنا فریضہ انجام دیں تو بھی اجرت کے مستحق ہوں گے؛ البتہ اگر اے آئی سے استفادہ نہ کرنے کی شرط لگادی گئی ہو تو اس سے اجتناب لازم ہوگا۔

....

خواتین کی ڈرائیونگ سے متعلق بعض مسائل

اسلام نے خواتین کو عزت واحترام کا مقام عطا کیا ہے اور تقسیم کار کے اصول کے مطابق بنیادی طور پر گھریلو امور کی ذمہ داری خواتین پر اور بیرون خانہ کسب معاش وغیرہ کی ذمہ داری مردوں پر عائد کی ہے، اسی لئے شریعت کی نگاہ میں بلاضرورت خواتین کے لیے گھر سے باہر نکلنا پسندیدہ عمل نہیں ہے اور انہیں کسب معاش کے لئے مجبور کرنا بھی جائز نہیں ہے؛ لیکن خواتین کو بھی بعض مواقع پر مختلف ضروریات کے تحت گھر سے نکلنا اور سفر کرنا پڑتا ہے، ان پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

(۱) حسب ضرورت خواتین کے لیے گھر سے نکلنا اور سفر کرنا درست ہے۔

(۲) خواتین کے لیے جس طرح گھر سے باہر شرعی پردہ میں پیدل چلنا درست ہے اس طرح شرعی حدود میں بوقت ضرورت اپنی گاڑی، اسکوٹی و کار چلانا بھی درست ہے۔

(۳) اگر مسافت شرعی کی مقدار کا سفر ہو اور اسکوٹی اور کار میں عورت کا شوہر یا محرم بھی ساتھ ہو تو بوقت ضرورت خواتین کے لیے ڈرائیونگ کی گنجائش ہے۔

(۴) اندیشہ فتنہ، بے پردگی اور شرم وحیا کے خلاف ہونے کی وجہ سے اور سد ذرائع کو ملحوظ رکھتے ہوئے خواتین کے لیے پبلک ٹرانسپورٹ مثلاً بس، لاری، ٹرین، جہاز وغیرہ کی ڈرائیونگ ممنوع ہے، اسی طرح خواتین کے لیے ٹی ٹی اور کنڈیکٹر کی ملازمت بھی ممنوع ہے۔

(۵) اگر شرعی حدود وقیود کی رعایت ممکن ہو تو خواتین کے لیے ریلوے اور ہوائی جہاز کا ٹکٹ بنانے کی ملازمت کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔

****

قندِ پارسی

● حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقبؔ قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

اے موئے مشکیں، سروقد، سیمیں بدن، رخسار گل ۞ بر من خرام ناز کن با ناز خوش رفتار خود
صد دید ہا در شوق وصلت انتظارت می کشد ۞ تو پردہ از رخ بر فگن اے ماہ من رخسار خود
سرو و گل گلزار را شرمندہ کر دی ماہ من ۞ بر قامت زیبائے خود بر حسن گل رخسار خود
کونین را از نقش پائے خویش بخشیدی شرف ۞ ہر ذرہ را کردی عیاں از تابش انوار خود
بنما جمال خویش را وقت دم آخر مرا ۞ گر تو بدانی لائقم از دولت دیدار خود
گر زاہداں بر زہد و بر کردار خود نازند و خوش ۞ ما عاشقاں را تکیہ بر لطف و نگاہ یار خود
او کاکل مشکین خود چوں تاب زد بر عالمے ۞ دست جنونِ برہمن بشکست و زد زنار خود
من مشت خاکم را کہ با خاک درش آمیختم ۞ آں دارد آں را پیش ایواں یا پس دیوار خود
شکر است یار من شدی ہمساز م و ہمدم شدی ۞ کردی مرا از ہر طرف بیگانہ از اغیار خود
گر بندہ ہستی سر فگن بر حکم او ہر گز مکن ۞ تو عزم ابلیسی بطوق لعن بر پندار خود
دل بستہ با باد سحر لیکن نمی گردد سحر ۞ می گریدامشب دل مرا بر بخت ناہموار خود
افشائے راز سوز دل ہر گز نباشد ثاقبا ۞ من دانم و داند فقط یک محرم اسرار خود

ہر کس نمی دارد خبر ثاقبؔ کجا گم می شود
گر جویدش کس با خبر آں یابدش با یار خود

نعت شریف

- حضرت مصباح الطالبین مولانا سید شاہ محمد علی حبیب نصر پھلواروی قدس سرہ
- ترجمہ منظوم : مولانا محمد فصیح الدین عاصم قادری —— خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

نعت شریف	ترجمۂ منظوم
محمدؐ آبروئے دلبرانست	محمدؐ آبروئے دلبراں ہیں
محمدؐ تاب موئے مہوشانست	محمدؐ تاب موئے مہوشاں ہیں
چو نرگس چشم نگرانیم از شوق	نگہ ہے شوق میں نرگس سی نگراں
محمدؐ رنگ و بوئے بوستانست	محمدؐ رنگ و بوئے بوستاں ہیں
خدا چوں می کند بر دل تجلی	خدا یوں کر رہا دل پر تجلی
محمدؐ ہوش وگوش عارفانست	محمدؐ ہوش وگوش عارفاں ہیں
جمال وحسن خوباں جملہ از اوست	انہی سے ہے جمال وحسن خوباں
محمدؐ چشم و زلف گل رخانست	محمدؐ چشم و زلفِ گل رخاں ہیں
ظہور نور او باشد بہ ہر جا	ہے ان کا نور ظاہر ہر جگہ میں
محمدؐ مقصد ہر ایں و آنست	محمدؐ مقصدِ ہر ایں و آں ہیں

بہ عالم جز محمدؐ نیست پیدا
دگر ہر چہ بود وہم و گمانست
بجز حسنش نباشد دلبرِ من
محمدؐ دل نشین عاشقانست
بہ ہر جمعے کہ راہ حق بگیرند
محمدؐ رہنمائے کاروانست
محمدؐ اولین موج ست از بحر
از آں رو پیشوائے دو جہانست
بہ ہر سرے کہ اندر وحی پنہانست
محمدؐ سر بسر نطق و بیانست
جہاں از نور ذات اوست روشن
محمدؐ شمع بزم مرسلانست
محمدؐ رایت خوبی ست در حسن
محمدؐ مقتدائے انس و جانست
رساند تا بہ منزل گاہ وحدت
محمدؐ ناقہ ام را سار بانست
دو عالم قالب آمد چوں تن نصرؔ
محمدؐ درمیانش ہم چو جانست

جہاں میں جز محمدؐ کچھ نہیں ہے
دگر چیزیں جو ہیں وہم و گماں ہیں
مرا دلبر وہی ہے حسن ان کا
محمدؐ دل نشین عاشقاں ہیں
خدا کی راہ لیں جس طرح اس میں
محمدؐ رہنمائے کارواں ہیں
محمدؐ بحر کے ہیں موج اول
اِسی سے پیشوائے دو جہاں ہیں
جو ہیں اسرار پنہاں وحی حق میں
محمدؐ سے وہ سب نطق و بیاں ہیں
ہے ان کی ذات سے دنیا منور
محمدؐ شمع بزم مرسلاں ہیں
محمدؐ حسن میں خوبی کے پرچم
محمدؐ مقتدائے انس و جاں ہیں
رسائی منزل وحدت پہ ہوگی
محمدؐ میری رہ کے سارباں ہیں
دو عالم جب ہے قالب تو تنِ نصرؔ
محمدؐ بیشک اِس میں مثل جاں ہیں

سلام بہ بارگاہ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم

● محمد آیت اللہ قادری پھلواروی

لاکھوں اس گنبد خضرا کی ہو زینت پہ سلام ۞ مرحبا، احمد مختار کی تربت پہ سلام
سبز گنبد کے مکیں، صاحب اخلاق حسیں ۞ ہر گھڑی سید ابرار کی صورت پہ سلام
پھول برسا کریں رحمت کے سدا روضے پر ۞ داعی رشد و ہدایت کی رسالت پہ سلام
آپ کے نور ہدایت سے ہے روشن دنیا ۞ رحمت کون و مکاں آپ کی رحمت پہ سلام
دولت علم و عمل جس نے عطا کی ہم کو ۞ اس کے ایثار و وفا، جہد و ریاضت پہ سلام
نور افزائے گلستان مدینہ ہر دم ۞ تیرے ہر غنچۂ صد رنگ کی نکہت پہ سلام
عہد نبوی کے شب و روز کو ہے میرا سلام ۞ پھر بصد شوق ہو ہر یوم ولادت پہ سلام
آل و ازواج محمدؐ پہ سلام و رحمت ۞ سارے اصحاب پیمبر کی عبادت پہ سلام
زائروں کو ہو مبارک وہ فضائے بطحا ۞ قدسیان در اقدس کی جماعت پہ سلام
روضۂ پاک پہ انوار عقیدت برسیں ۞ منبر و طاق و ستوں، روضۂ جنت پہ سلام
ہو بہاروں پہ، گلستان مدینہ پہ سلام ۞ دشت و صحرا و جبل کی بھی ہو رفعت پہ سلام
اے شہ ارض و سما آپؐ کی عظمت کے طفیل ۞ خاک یثرب کے ہر اک خار کی قسمت پہ سلام

آیتؔ بے کس و مضطر کا ہر اک پل پہنچے
باغ یثرب کے ہر اک پھول کی رنگت پہ سلام

نعت شریف

● امان خاں دلؔ ہیوسٹن

دردِ دل کی دوا ہے محمدؐ کا نام ۞ یعنی وجہِ شِفا ہے محمدؐ کا نام
بحرِ مدح وثنا ہے محمدؐ کا نام ۞ ہاں حبیبِؐ خدا ہے محمدؐ کا نام
جس کی خوشبو سے عالم مُعطّر ہوا ۞ وہ مہک وہ ہوا ہے محمدؐ کا نام
سارے نبیوں کے سردار ہیں مصطفیٰؐ ۞ اشرف الانبیا ہے محمدؐ کا نام
روز تسبیح پڑھتا ہوں اِس نام کی ۞ جب سے میں نے سُنا ہے محمدؐ کا نام
جس کی برکت سے قرآن نازل ہوا ۞ وہ مسلسل عطا ہے محمدؐ کا نام
ہوگی محشر میں بخشش اسی نام سے ۞ ہاں شفیع الوریٰ ہے محمدؐ کا نام
اُس کی قسمت کا تارا ہے چمکا ہوا ۞ جس کے دل میں بسا ہے محمدؐ کا نام

نام لیتے ہی اے دلؔ سکوں مل گیا
کس قدر جاں فزا ہے محمدؐ کا نام

****

غزل

● وارث ریاضی — کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

خوشی سے دور ہوتا جا رہا ہوں ۞ شعور و ہوش کھوتا جا رہا ہوں
یہ کس نے غم بھری آواز دی ہے؟ ۞ جدھر جاتا ہوں روتا جا رہا ہوں
اثاثہ جو بھی تھا دل کے سکوں کا ۞ اسے غم میں ڈبوتا جا رہا ہوں
جو دل میں داغ ہائے رنج و غم ہیں ۞ انہیں اشکوں سے دھوتا جا رہا ہوں
مری جاں آرزوؤں کی زمیں میں ۞ تری یادوں کو بوتا جا رہا ہوں
ملے وحشت میں جو خار بیاباں ۞ انہیں دل میں چبھوتا جا رہا ہوں
تری یادوں کے دل کش موتیوں کو ۞ رگِ جان میں پروتا جا رہا ہوں
سلامت غم، کہ صحن ذہن و دل میں ۞ ہزاروں غم سموتا جا رہا ہوں

یہ کیسی آ گئی آفت کہ وارثؔ
خراب حال ہوتا جا رہا ہوں

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

کوائف وحالات

● ادارہ

راز و نیاز بلبل وگل ہم سے پوچھئے ۞ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی............................کچھ دوسروں کی

حضرت مولانا شاہ تقی الدین فردوسی ندوی کی وفات:

مشہور صاحب علم وتصوف حضرت مولانا شاہ تقی الدین فردوسی کی مختصر علالت کے بعد ۱۵ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۲۰۲۴ء جمعرات کو سہ پہر میں دہلی میں وفات ہوگئی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ آپ کا تعلق خانقاہ منیر سے تھا۔ حضرت شاہ عنایت اللہ فردوسیؒ کے صاحبزادے تھے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے فارغ تھے۔ بعد میں مدینہ یونیورسیٹی اور جامع ازہر مصر اور شام میں بھی تعلیم پائی تھی۔ تقریبا چالیس سال تک عرب میں مختلف ممالک میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آخر میں چند سال قبل وطن واپس آگئے تھے۔ یہاں بھی علمی کاموں کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ متعدد تصانیف ہیں۔ خانقاہ مجیبیہ سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ خاص مواقع پر تشریف لاتے تھے۔ نماز جنازہ میں کافی مجمع تھا۔ خانقاہ مجیبیہ کی ایک جماعت نے بھی شرکت کی۔ اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائے اور اعلی علیین میں مقام عطا فرمائے۔

جناب سجادہ نشین خانقاہ گلبرگہ کی وفات:

نہایت افسوس ناک خبر ہے کہ خانقاہ گلبرگہ کے سجادہ نشین اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر جناب سید شاہ گیسو دراز خسرو حسینی صاحب کا شب ۴ رجمادی الاولی ۱۴۴۶ھ مطابق ۶ رنومبر ۲۰۲۴ء بروز بدھ عشاء کے وقت انتقال ہوگیا۔ حضرت شاہ صاحب موصوفؒ حضرت سیدنا محمد الحسینی گیسو دراز قدس سرہ (گلبرگہ شریف، کرناٹک) کی خانقاہ کے سجادہ نشین تھے۔

بڑے صاحب علم اور خلیق وملنسار تھے۔عوامی خدمات میں معروف تھے،عصری علوم کے متعدد ادارے ان کی خانقاہ کے ذریعہ کامیابی سے چل رہے ہیں۔اس خانقاہ کی عوامی وفلاحی خدمات کی وجہ سے ہی ان کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کو پھر ان کو مسلم پرسنل لاء بورڈ کا نائب صدر بنایا گیا تھا۔خانقاہ مجیبیہ کے بزرگان سے گلبرگہ خانقاہ سے روابط رہے ہیں۔اس وجہ سے اس خبر کا بہت اثر ہوا، ان کے لئے دعائے مغفرت کی گئی اور تعزیتی مکتوب بھی بھیجا گیا۔اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

سنبھل کی جامع مسجد کے سروے کے دوران تشدد:

سنبھل مراد آباد کے قریب اتر پردیش کا ایک ضلع ہے۔وہاں ایک قدیم جامع مسجد ہے۔اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کو بادشاہ بابر نے تعمیر کرایا ہے یا بابر سے پہلے کی ہے،بابر نے اس کی توسیع ومرمت کرائی ہے۔فرقہ پرستوں کی نگاہ میں بہت پہلے سے یہ کھٹکتی رہی ہے۔پہلے اس کے مندر ہونے کی افواہ پھیلائی گئی،اس کے بعد مقامی کورٹ میں اپیل کر کے اس کے سروے کا حکم لیا گیا،یہ سب یوپی حکومت کے اشارے پر ہوا۔جمعیۃ علماء ہند نے اس عدالتی حکم کا سخت نوٹس لیا اور اس کے خلاف ہائی کورٹ میں جانے کا اعلان کیا۔

یوپی حکومت کے افسران نے ۱۹ر نومبر کو جامع مسجد کا سروے کیا تھا۔پھر ۲۴ر نومبر اتوار کو سروے کے نام پر فجر کے وقت کچھ افسران فرقہ پرست عناصر کے ساتھ دوبارہ وہاں پہنچے،ان کے سامنے ہی یہ عناصر فرقہ وارانہ نعرے لگانے لگے۔ جس کی ویڈیو سوشل میڈیا پر گھوم رہی ہے۔نعرے کی آواز پر نہتے مسلم نوجوان جمع ہو گئے۔انہوں نے صبح سویرے سروے اور نعرے پر اعتراض کیا۔اس پر کسی طرف سے سنگباری شروع ہوگئی اور شور شرابہ پر ڈی ایم اور ایس پی بھی پولیس فورس کے ساتھ پہنچ گئے۔پولیس نے پہلے آنسو گیس چھوڑی پھر بلا جواز نہتے مسلم نوجوانوں پر گولی چلادی۔اس میں تین مسلم نوجوان ہلاک ہو گئے۔ کچھ افراد زخمی بھی ہوئے۔

یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب پانچ روز پہلے سروے ہو چکا تھا پھر دوبارہ سروے کی کیا ضرورت تھی؟ نیز اس قسم کے موقع پر پولیس کبھی براہ راست گولی نہیں چلاتی۔ڈنڈا استعمال کرتی ہے۔بڑے بڑے ہنگامے ہوتے ہیں مگر پولیس گولی چلائے بغیر سنبھال لیتی ہے۔یہاں کیا وجہ تھی کہ مسلم نوجوانوں پر سیدھی فائرنگ کر دی گئی؟ سماجوادی پارٹی کے رہنما اکھلیش یادو نے بھی سنبھل کے پر تشدد واقعہ پر بی جے پی حکومت کی شدید مذمت کی ہے کہ ایسا سیاسی پس منظر میں کرایا گیا ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ جمادی الاخریٰ:

۱۹؍جمادی الاخریٰ عرس صاحب المقام الاویسیہ حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی اولیاء قادری پھلواروی قدس سرہٗ ۱۹؍تاریخ کو نماز عصر کے بعد قل ہوتا ہے۔

۲۰؍جمادی الاخریٰ عرس بانیٔ خانقاہ و دارالعلوم مجیبیہ حضرت آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم سید شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ ۱۹؍دن گزار کر شب ۲۰؍اور روز ۲۰؍کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ رجب المرجب:

۶؍رجب کو فاتحہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ— بعد نماز عصر قل ہوتا ہے۔

رجب کی ستائیسویں شب میں معراج کی مناسبت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس مبارک ہوتا ہے اور شب میں چراغاں ہوتا ہے۔ خانقاہ اور آستانہ اس رات شب معراج کی یاد میں چراغوں سے بقعۂ نور بنا رہتا ہے۔ بعد نماز عشاء قل اور بعدہٗ محفل سماع ہوتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ شعبان المعظم:

۲۶؍شعبان کو حضرت امان المستجیرین عارف باللہ مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہٗ کے وصال کی تاریخ میں فاتحہ اور بعد نماز عصر میلاد شریف ہوتا ہے۔ حضرت کا عرس ان کے والد ماجد کے عرس کے ساتھ ۲۹؍جمادی الاولیٰ کو ہوتا ہے۔

۲۹؍شعبان کو شب ۲۹؍اور روز ۲۹؍حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہٗ کے عرس کی تقریب انجام دی جاتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ رمضان المبارک:

عرس حضرت مولائے کائنات سیدنا امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ ۲۰؍رمضان المبارک کو بعد نماز ظہر زیارت موئے مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و موئے مبارک علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ ۲۰؍دن گزار کر شب ۲۱؍کو قل اور مجلس ہوتی ہے۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی موجودہ چند اہم مطبوعات

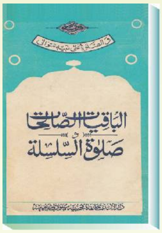

₹:50.00

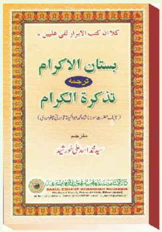

₹:300.00

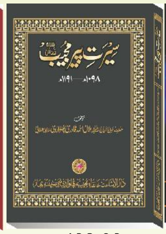

₹:400.00

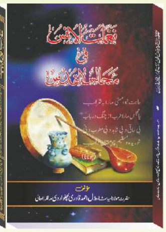
₹:350.00

₹:500.00

₹: 400

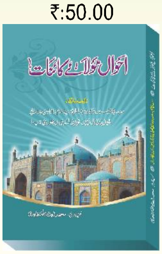
₹:140.00

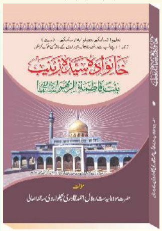
₹:200.00

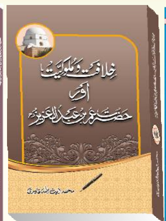

₹:400.00

₹:100.00

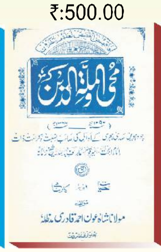
₹:100.00

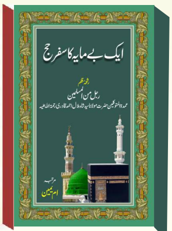

₹:300.00

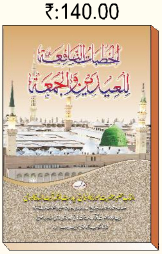
₹:300.00

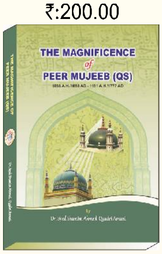

₹:400.00

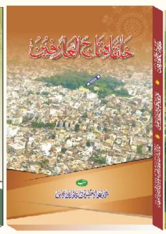
₹:100.00

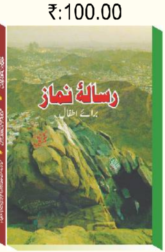

₹:50.00

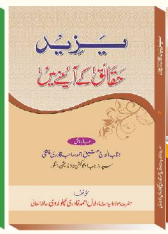

₹:100.00

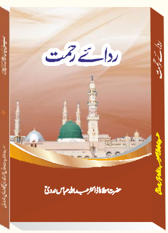

₹:250

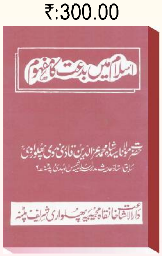
₹:30.00

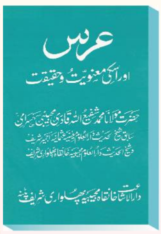

₹:30.00

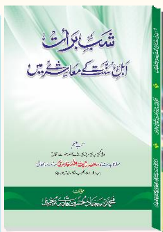

₹:120.00

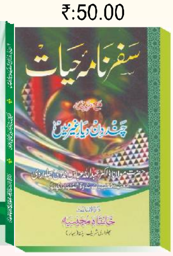

₹:150.00

₹:90.00

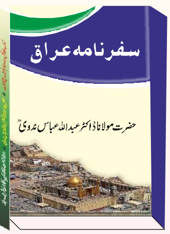

₹:50.00

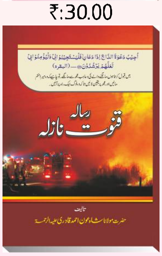

₹:20.00

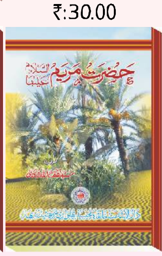

₹:60.00

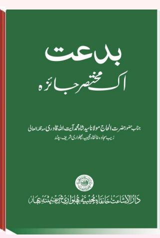

₹:20.00

₹:40.00

₹:50

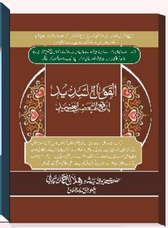
₹:50.00

رابطہ: +91-7250433562, 7903953313

ISSN 2320-8600 The ALMUJEEB Quarterly

Vol.No. :64 | October, November & December 2024 | Sl.No. : 04

The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar

Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)

Cell : +91-7250433562, 7903953313, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, http://khanquahmujeebia.org

2025

۱۴۴۶/۴۷

چھورقی المجیب کیلنڈر

₹ 80/- Size : 17x22.5

2025ء کے لیے واضح اور جلی حرفوں میں ہجری وعیسوی تاریخوں کے ساتھ خوبصورت وخوش منظر چھورقی ''المجیب کیلنڈر'' منظرِ عام پر آگیا ہے، جس میں سرکاری چھٹیوں اور مذہبی تہواروں کے علاوہ مشہور ومعروف بزرگانِ دین کے اعراس وتاریخ ہائے وصال کی مکمل نشاندہی کی گئی ہے، خصوصاً خانقاہ مجیبیہ کے سبھی قل واعراس کی تاریخیں سرخ حرفوں میں لکھی گئی ہیں۔

کیلنڈر کا انداز اپنی سابقہ روایت کے مطابق منفرد ہے، اس کی انفرادیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سال 2025ء کے کیلنڈر کے صفحات آیاتِ قرآنیہ سے مزین ہیں، جن کے تحت زیب سجادۂ مجیبی جناب حضور الحاج مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی کے اصطلاحی ترجمے بھی شامل ہیں۔ کاغذ عمدہ اور طباعت پُرکشش و دیدہ زیب ہے۔

خواہش مند حضرات دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے صرف -/80 روپے میں جلد طلب فرما کر بھرپور فائدہ اٹھائیں اور اپنے گھروں کی خوبصورتی میں اضافہ کریں۔

رابطہ : +91-7250433562, 7903953313

Published by **Syed Mohammad Minhajuddin Quadri** on behalf of Darul Esha'at Khanquah Mujeebia,
Editor : Dr. Shah Fatahullah Quadri, Printed at Pakiza Offset Press, Dargah Road, Patna-800006
and Published at Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA)